

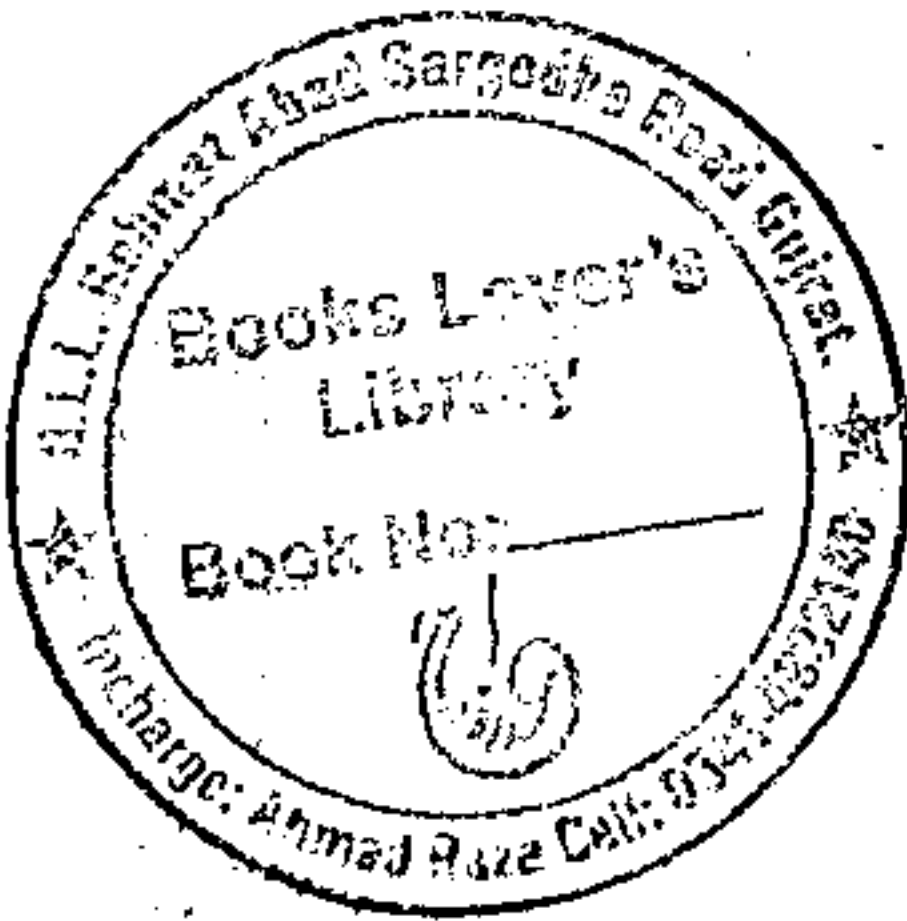
عُلاتا

سافر صَدیقی



کلیات ساغر صدیقی

ساغر صدیقی



الریاض ناشران

فیزو سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

فون: 042-37361320



یا اللہ تیرا شکر ہے



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	_____	کلیات ساغر صدیقی
مصنف	_____	ساغر صدیقی
مطبع	_____	قاسم شہزاد پرنٹرز لاہور
قیمت	_____	180/- روپے

الریاض ناشران

فیروز سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

فون: 042-37381320

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
19	نعتیں	1
20	بزمِ کونین سجانے کے لیے آپ آئے	2
21	محمد باعثِ حسن کون و مکاں ایمان ہے میرا	3
22	جاری ہے دو جہاں پہ حکومت رسول کی	4
23	سرمایہ حیات ہے سیرت رسول کی	5
24	لبوں پہ جس کے محمد کے آستانے پر	6
25	ہمیں جو یاد دینے کا لالہ زار آیا	7
26	جس طرف چشم محمد کے اشارے ہو گئے	8
27	نہ ہوتا در محمد کا تو دیوانے کہاں جاتے	9
28	ڈوبنے والوں نے جب نام محمد لے لیا	10
29	یہ کہتی ہیں فضائیں زندگی دو چار دن کی ہے	11
30	جب بھی نعت حضور کہتا ہوں	12
31	ماں جو رسب خدائی ہے	13
32	ہے تقدیس شمس و قمر سبز گنبد	14
33	آنکھ گلابی مست نظر ہے!	15
34	غم کے ماروں کا آسرا تم ہو	16
35	اے کاش وہ دن کب آئیں گے جب ہم بھی مدینہ جائیں گے	17
36	چمک جائے گاتشنگی کا نگینہ	18
37	دل و نظر میں لیے عشقِ مصطفیٰ آؤ	19

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
20	یثرب کی رہگذار ہو اور پائے آرزو	38
21	اس کی لوری کے لیے لفظ کہاں سے لاؤں	39
22	گلوں کے اشارے دُعا کر رہے ہیں	40
23	لیتا ہوں نام خلد کا طیبہ نگر کے بعد	41
24	غزلیں	42
25	میں التفات یار کا قائل نہیں ہوں دوست	43
26	رودادِ محبت کیا کہیئے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے	44
27	بھولی ہوئی صدا ہوں مجھے یاد کیجئے	45
28	محفلِ لٹ گئیں جذبات نے دم توڑ دیا	46
29	پوچھا کسی نے حال کسی کا تو رو دیئے	47
30	نالہ حدودِ کوئے رسا سے گزر گیا	48
31	کب سماں تھا بہار سے پہلے	49
32	چراغِ طور جلاؤ! بڑا اندھیرا ہے	50
33	فضائے نیم شبی کہہ رہی ہے سب اچھا	51
34	کوئی نالہ یہاں رِسانہ ہوا	52
35	چاندنی شب ہے ستاروں کی بردائیں سی لو	53
36	زخمِ دل پر بہار دیکھا ہے	54
37	ذرا کچھ اور قربت زیرِ داماں لڑکھڑاتے ہیں	55
38	چاکِ دامن کو جو دیکھا تو ملا عید کا چاند	56
39	ہر شے ہے پر ملال بڑی تیز دھوپ ہے	57

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
58	وقت کی عمر کیا بڑی ہوگی	40
59	دو جہانوں کی خبر رکھتے ہیں	41
60	تاروں سے میرا جام بھرو! میں نشے میں ہوں	42
61	نگارِ معیشت لہورور ہی ہے	43
62	ہم بڑی دور سے آئے ہیں تمہاری خاطر	44
63	تہذیب بے نقاب کی آنکھیں نکال دو	45
64	خوشا کہ باغِ بہاراں ہے زندگی اپنی	46
65	میں تلخی حیات سے گھبرا کے پی گیا	47
66	دستور یہاں بھی اندھے ہیں فرمان یہاں بھی اندھے ہیں	48
67	شعلہ سامان کھلونوں سے بہل جاتا ہے	49
68	اس میں شامل دشت و صحرا اور ویرانے کی بات	50
69	شمع اس راہ پہ جلی ہے ابھی	51
70	اے تغیر زمانہ یہ عجیب دل لگی ہے	52
71	کوئی تلی ہے نہ جگنو آہ شام بیکسی	53
72	آنکھ روشن ہے جیب خالی ہے	54
73	دیارِ لالہ و سرو و سمن سے گزر رہے ہیں	55
74	بہارِ سرو و سمن فسرہ گلوں کی نکلت تڑپ رہی ہے	56
75	غم کے مجرم خوشی کے مجرم ہیں	57
76	روشنی ہمیں سے منزل ہستی کے مرحلے	58
77	مآلِ نغمہ و ماتم فروخت ہوتا ہے!	59

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
78	اگرچہ ہم جارہے ہیں محفل سے نالہ دل فگار بن کر	60
79	راہ پر شور سے منزل دار سے	61
80	شراب ناب کے شیشے کا کاگ کھولا ہے	62
81	میرے چمن کو جہاں میں یہ سرفرازی ہے	63
82	مسکراؤ! بہار کے دن ہیں	64
83	دُکھ درد کی سوغات ہے دنیا تری کیا ہے	65
84	ہم خاک نشیں خاک بسر شہر میں تیرے	66
85	بزرگوں کی دعائیں مل رہی ہیں	67
86	پھول چاہے تھے مگر ہاتھ میں آئے پتھر	68
87	تڑپ کر سوزِ دل کو جلوہ ساماں کر لیا میں نے	69
88	زندگی رقص میں ہے جھومتی ناگن کی طرح	70
89	ہر تمنا کا چہرہ شفق فام تھا	71
90	ایسی تجلیاں کہاں ہیں آفتاب میں	72
91	خاک ہوئے پروانے جل کے	73
92	ہم بے خود و سرشار سد ازندہ رہیں گے	74
93	گل ہوئی شمع شبستاں چاند تارے سو گئے	75
94	کس کو بھاتی رہی رات بھر چاندنی	76
95	شمع جلی پروانے جاگے	77
96	ان بہاروں پہ گلستاں پہ ہنسی آتی ہے	78
97	دھڑکنیں زندگی کے دامن میں	79

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
98	جذبہ سوز طلب کو بیکراں کرتے چلو	80
99	ہنس نہیں سکتے شگوفے تازگی سے روٹھ کر	81
100	نگاروں کے میلے ستاروں کے جھر مٹ	82
101	غم کی تصویر غزل کے اشعار	83
102	جام حالات پر بہار کرو	84
103	وقار انجمن ہم سے فروغ انجمن ہم ہیں	85
104	خطا وار مروت ہونہ مرہونِ کرم ہو جا	86
105	فضا مغموم ہے ساقی! اٹھا چھلکائیں پیانہ	87
106	اس درجہ عشق موجب رسوائی بن گیا	88
107	ایک وعدہ ہے کسی کا جو وفا ہوتا نہیں	89
108	ساقی کی اک نگاہ کے افسانے بن گئے	90
109	جھوم کے گاؤ! میں شرابی ہوں	91
110	نہ شانِ قیصر و کسریٰ نہ سطوت کے لا	92
111	اشک رواں نہیں ہیں ندامت کے پھول ہیں	93
112	چوٹ کھا کر خود شناس و خود نگر ہو جائیے	94
113	بدنامی حیات سے رنجور ہو گئے	95
114	قید تصورات میں مدت گزر گئی!	96
115	جام پی کر جو دور تک دیکھا	97
116	نہ کشتیوں نہ کناروں کا احترام کرو	98
117	موج در موج کناروں کو سزا ملتی ہے	99

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
100	ایک مدت ہوئی اک زمانہ ہوا	118
101	بن گئے اشک جفا کی تصویر	119
102	وجزن وقت کے دریا میں نوائے درویش	120
103	شام خزاں کی گم صم بولی	121
104	لا اک خم شراب کہ موسم خراب ہے	122
105	میرے تصورات ہیں تحریریں عشق کی	123
106	نہ جانے محتسب کیوں میکدے کا نام دیتے ہیں	124
107	ہر مرحلہ شوق سے لہرا کے گزر جا	125
108	حادثے کیا کیا تمہاری بے رخی سے ہو گئے	126
109	چاندنی کو رسول کہتا ہوں	127
110	قرب دار کشادن تورات کانٹوں پر	128
111	اے چمن والو! متاع رنگ و بو جانے لگی	129
112	بگڑا جو نقش زیست بنا شاہکار زیست	130
113	سوکھ گئے پت جھڑ میں پات	131
114	ارے نا خداؤ! ارے نا خداؤ!	132
115	چاندنی اور موہیے کے پھول	133
116	مرے سوز دل کے جلوے یہ مکان مکان اُجالے	134
117	کتنے غم کتنے دکھ ابھر آئے	135
118	آب انگور سے وضو کر لو	136
119	پریشاں عکس ہستی آئینہ سبے نور دیکھا ہے	137

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
138	لوگ لیتے ہیں یونہی شمع اور پروانے کا نام	120
139	پھول کو آگ لگ گئی نعمات جل گئے	121
140	تہذیب جنوں کا رہنما ہے تنقید کا حق ہے	122
141	نہ خوفِ خدا ہے نہ خوفِ خدائی	123
142	کچھ علاجِ وحشت اہل نظر بھی چاہیے	124
143	شعلہ رُخ مست نظر یاد آتا!	125
144	ہر تمنا کا لہو کرتے چلیں	126
145	مرے چمن میں بہاروں کے پھول مہکیں گے	127
146	تری نظر کے اشاروں سے کھیل سکتا ہوں	128
147	نظرِ نظر بیقراری ہے نفسِ نفس پر اسرار سا ہے	129
148	اے دیوار و کچھ تو بولو	130
149	انسان بد نصیب، مقدر کی بات ہے	131
150	ذوقِ طغیاں میں ڈھل کے دیکھ کبھی	132
151	سرِ مقتل ہمیں نعمات کی تعلیم دیتے ہیں	133
152	جفا و جور کی دنیا سنوار دی ہم نے	134
153	سایہ زلفِ بتاں میں بیٹھو	135
154	اٹھتے رہے کلیوں کی جوانی کے جنازے	136
155	چمن سے برق و شرر سے خطاب کرتا ہوں	137
156	حاضر شراب و جام ہیں تو جاگ تو سہی	138
157	ہر شگوفہ سناں کی صورت ہے	139

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
140	کیا سماں تھا بہار سے پہلے	158
141	عظمت زندگی کو بیچ دیا	159
142	منزل غم کی فضاؤں سے لپٹ کر رولوں	160
143	تری دنیا میں یارب زیست کے سامان چلتے ہیں	161
144	اللہ رے اُس چشم عنایات کا جادو	162
145	کچھ لوگ بچھا کر کانٹوں کو گلشن کی توقع رکھتے ہیں	163
146	چشم ساقی کی عنایات پہ پابندی ہے	164
147	ستم جاگتے ہیں گرم سو رہے ہیں	165
148	تغیرات سے دنیا سنگار کرتی ہے	166
149	میں کہ آشفقتہ و رسوا سر بازار ہوا	167
150	جور و ستم کی رسمیں تقریب بن گئی ہیں	168
151	اے حسن لالہ فام! ذرا آنکھ تو ملا	169
152	جب تصور میں جام آتے ہیں	170
153	وقت کے رنگین گلدستے کو یاد آئے گا ٹھنڈا ہاتھ	171
154	غنیچے فضائے نو میں گرفتار ہو گئے	172
155	تیری زلفوں کے پھول مر جھائے	173
156	بند گرد ہونہ تیرا خمیازہ	174
157	جب گلستاں میں بہاروں کے قدم آتے ہیں	175
158	فریاد کے تقاضے ہیں نغمہ سخن میں	176
159	صراحی جام سے لکرائیے برسات کے دن ہیں	177

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
178	کچھ کیف سحر ہے نہ مجھے شام کا نشہ	160
179	بات پھولوں کی سنا کرتے تھے	161
180	تم نے جو چاہا وہ دنیا بن گئی	162
181	آوارگی برنگ تماشا بری نہیں	163
182	مناع دل سے خالی ہو گئے ہیں	164
183	سب سے تیرا کرم غنیمت ہے	165
184	جلوے پچھلے رہے ہیں نظاروں کی آگ میں	166
185	راہزن آدمی رہنما آدمی	167
186	پھول جلتے ہیں ہار جلتے ہیں	168
187	مانگی ہے اس دیار میں دونوں جہاں کی بھیک	169
188	وہ بلائیں تو کیا تماشا ہو	170
189	رہگذر کے چراغ ہیں ہم لوگ	171
190	زلفوں کی گھٹائیں پی جاؤ	172
191	وہ عزم ہو کہ منزل بیدار ہنس پڑے	173
192	جفا و جور و ستم انتخاب کر لیں گے	174
193	یاد آ کے رہ گئے ہیں زمانے وفاؤں کے	175
194	ہیں کتنی سازگار زمانے کی تخلیاں	176
195	موجیں ہیں اور بادہ گساروں کے قافلے	177
196	خیال یار میں ہم پر بہار رہتے ہیں	178
197	میرے آنسو ہیں کسی شام غریباں کے دیے	179

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
180	انقلاب حیات کیا کہیے	198
181	دلوں کو اُجالو! سحر ہو گئی ہے	199
182	سوز تصورات سے تصویر جل گئی	200
183	تن سلگتا ہے من سلگتا ہے	201
184	چمن میں غنچے کھلے ہوئے ہیں مگر نگار چمن نہیں ہے	202
185	یارب ترے جہان کے کیا حال ہو گئے	203
186	چمن لٹ رہا ہے صبارور ہی ہے	204
187	وسعت کیسوئے جاناں سے الجھ بیٹھے ہیں	205
188	جام ٹکراؤ! وقت نازک ہے	206
189	یہ نہ ہوتا تو بات کچھ بھی نہ تھی	207
190	محبت مستقل غم ہے محبت غم کا گہوارہ	208
191	زندگی کا رنگ دینا ہے تری بیداد کو	209
192	عطا جسے تیرا عکس جمال ہوتا ہے	210
193	یہ دُنیا ہے یہاں ہر لمحہ تقدیر ظالم ہے	211
194	اے دل بے قرار چپ ہو جا	212
195	ترے غم کو متاع حسن انساں کر لیا میں نے	213
196	ذرا کیسوئے یار کھولے گئے ہیں	214
197	امید کے موتی ارزاں ہیں درویش کی جھولی خالی ہے	215
198	اشک رواں نہیں ہیں ندامت کے پھول ہیں	216
199	مدعا کچھ نہیں فقیروں کا	217

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
218	فریاد کے تقاضے ہیں نغمہ سخن میں	200
219	ان بہاروں پہ گلستان پہ نس آئی ہے	201
220	پریشاں عکس ہستی آئینہ بے نور دیکھا ہے	202
221	ہیں کتنی سازگار زمانے کی تلخیاں	203
222	میرے چمن کو جہاں میں یہ سرفرازی ہے	204
223	ہے دُعا یاد مگر حرفِ دُعا یاد نہیں	205
224	برگشہ یزدان سے کچھ بھول ہوئی ہے	206
225	سوچئے مے کشی کے بارے میں	207
226	کھلتے رہیں گے صحن چمن میں ہزار پھول	208
227	یہ جو دیوانے سے دو چار نظر آتے ہیں	209
228	اس میں شامل دشت و صحرا اور ویرانے کی بات	210
229	احتیاطاً فقر کا ہر مرحلہ کٹا رہا	211
230	بدنامی حیات سے رنجور ہو گئے	212
231	نہ شانِ قیصر و کسریٰ نہ سطوت کے لا	213
232	حاضر شراب و جام ہیں تو جاگ تو سہی	214
233	زخمِ دل پر بہنا دیکھا ہے	215
234	تفریق نے جاؤ وہی جگایا ہے بلا کا	216
235	تیرے دامن کی ہوا مانگتے ہیں	217
236	ہے فغانِ لالہ و گل مست نظاروں کے ساتھ	218
237	ایک نغمہ ایک تارا ایک غنچہ ایک جام	219

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
238	خون بادل سے برستے دیکھا	220
239	درد کے ماروں پہ ہنستا ہے زمانہ بے خبر	221
240	ہر موج ہے افسردہ تو مغموم ہیں دھارے	222
241	آہن کی سرخ تال پر ہم رقص کر گئے	223
242	شعلے، آنچ، دھواں اور آگ	224
243	آلام کی یورش میں بھی خورسندر ہے ہیں	225
244	دن کٹ گئے جنوں کے آلام کے سہارے	226
245	بھنور آنے کو ہے اے اہل کشتی نا خدا چن لیں	227
246	متاع کوثر و زمزم کے پیمانے تری آنکھیں	228
247	صحن کعبہ بھی یہیں ہے تو صنم خانے بھی	229
248	سکوت غم سے جو گزرے نہ پھر ملی آواز	230
249	جب سے دیکھا پری جمالوں کو	231
250	رشک خورشید و قمر یاد آیا	232
251	پھول کی پتکھڑی! سر راہ ہے	233
252	مٹ گئیں روشنی میں تحریریں	234
253	کچھ حرف التجا تھے دعاؤں سے ڈر گئے	235
254	دل ملا اور غم شناس ملا	236
255	چھپائے دل میں غموں کا جہان بیٹھے ہیں	237
256	نگر نگر میں پھیرا اپنا	238
257	مول اگر بک جائے ہستی	239

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
258	پھول مسلیں تو انہیں نغمہ و جھٹکار ملیں	240
259	نکلے صدف کی آنکھ سے موتی مرے ہوئے	241
260	یقین کر کہ یہ کہنہ نظام بدلے گا	242
261	کاروبار وفا کا نام نہ لو	243
262	جل رہا ہے چراغ تنہائی	244
263	مضمحل درِ غم ہے بے چارہ	245
264	آادیوں کے نام پہ رسوائیاں ملیں	246
265	بازار آرزو کی نوا دام چڑھ گئے	247
266	احتیاطاً فقر کا ہر مرحلہ کنارہ	248
267	چمن پہ دام پہ درویش مسکراتا ہے	249
268	جگر کے زخم جاگے ایک شام نو بہار آئی	250
269	خیال ہے کہ بھادویہ روشنی کے چراغ	251
270	گل کو شبنم سے آگ لگ جائے	252
271	کلیوں کی مہک ہوتا تاروں کی ضیا ہوتا	253
272	تیری نظر کا رنگ بہانوں نے لے لیا	254
273	گداقتاعت کو بیچتے ہیں	255
274	یہ جو شام و سحر کا میلہ ہے	256
275	اچھاں جام کہ تسخیر کائنات کریں	257
276	تذہیر کا کاسہ ہے تقدیر گداگر ہے	258
277	جو حادثے یہ جہاں میرے نام کرتا ہے	259

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
278	یہ جو دیوانے سے دو چار نظر آتے ہیں	260
279	نظمیں	261
280	چمن چمن، کلی کلی، روش روش، پکار دو	262
281	میرے وطن	263
282	میرے وطن کے راہنماؤ	264
283	ترانہ	265
284	ترانہ	266
285	ترانہ	267
286	آئین بنایا جائے گا	268
287	پاکستان کے سیاستدان	269
288	پاکستان کے تیس سال	270
289	زخمی مجاہد کی التجا	271
291	عزیز بھٹی شہید	272
292	عزیز بھٹی شہید کے بیٹے کے نام	273
293	6 ستمبر کے گمنام شہید	274
294	سرور شہید	275
295	شامی شہید	276
296	الفتح کا ایک مجاہد	277
297	اقصیٰ	278
298	ضرب محمود	279

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
299	لیلیٰ خالد	280
300	انقلابِ وقت	281
302	ایک پیکر	282
303	تاریک صدف	283
304	ناگن سی چوٹی لہرائے	284
305	میں غزال صید بھی ہوں، ترکش صیاد بھی	285
307	عید کا چاند	286
308	شاعر	287
309	مست نظر جوگی	288
310	عورت	289
311	رہے جو کشت تمنا نہال گدڑی میں	290
312	منزل کا مگار تھا گجرات	291
313	ماہ پارے قیام کرتے ہیں	292
314	بیت	293
315	ساغر کہاں مجال کہ آنکھیں ملائیں ہم	294
316	قطععات	295
325	رباعیات بابا ہو	296

نعتیں



بزمِ کونین سجانے کے لیے آپ آئے
شمعِ توحید جلانے کے لیے آپ آئے

ایک پیغام جو ہر دل میں اُجالا کر دے
ساری دُنیا کو سُنانے کے لیے آپ آئے

ایک مدت سے بھٹکتے ہوئے انسانوں کو
ایک مرکز پہ بلانے کے لیے آپ آئے

ناخدا بن کے اُپتے ہوئے طوفانوں میں
کشتیاں پار لگانے کے لیے آپ آئے

قافلہ والے بھٹک جائیں نہ منزل سے کہیں
دُور تک راہ دکھانے کے لیے آپ آئے

چشمِ بیدار کو اسراہِ خدائی بخشے
سونے والوں کو جگانے کے لیے آپ آئے



محمد باعثِ حسنِ جہاں ایمان ہے میرا
 محمد حاصلِ کون و مکاں ایمان ہے میرا
 محمد اوّل و آخر محمد ظاہر و باطن
 محمد ہیں بہر صورت عیاں ایمان ہے میرا
 شرفِ اکِ کملی والے نے جنہیں بخشا ہے قدموں میں
 وہ صحرا بن گئے ہیں گلستاں ایمان ہے میرا
 محبت ہے جسے غارِ حرا میں رونے والے سے
 وہ انساں ہے خدا کا رازداں ایمان ہے میرا
 معطر کر گئے ساغرِ فضائے گلشنِ ہستی
 نبی کے گیسوئے عنبر نشاں ایمان ہے میرا



جاری ہے دو جہاں پہ حکومت رسولؐ کی
کرتے ہیں مہر و ماہ اطاعت رسولؐ کی

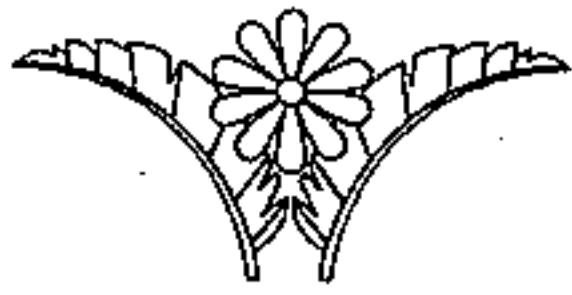
ایمان ایک نام ہے حبِ رسولؐ کا
ہے خلد کی بہار محبت رسولؐ کی

نوکِ مژہ پہ جن کی رہے اشکِ کربلا
پائیں گے حشر میں وہ شفاعت رسولؐ کی

غارِ جرا کو یاد ہیں سجدے رسولؐ کے
دیکھی ہے پتھروں نے عبادت رسولؐ کی

دامانِ عقل و ہوش سہارا نہ دے مجھے
چاہتِ خدا کی بن گئی چاہتِ رسولؐ کی

ساغر تمام عالم ہستی ہے بے حجاب
آنکھوں میں بس رہی ہے وہ خلوت رسولؐ کی



سرمایۂ حیات ہے سیرتِ رسولؐ کی
 اسرارِ کائنات ہے سیرتِ رسولؐ کی
 پھولوں میں ہے ظہورِ ستاروں میں نور ہے
 ذاتِ خدا کی بات ہے سیرتِ رسولؐ کی
 بنجرِ دلوں کو آپؐ نے سیراب کر دیا
 اک چشمۂ صفات ہے سیرتِ رسولؐ کی
 چشمِ کلیم ایک تجلی میں یک گئی
 جلوں کی واردات ہے سیرتِ رسولؐ کی
 جو ردِ جفا کے واسطے برقِ ستم ہے
 دنیائے التفات ہے سیرتِ رسولؐ کی
 تصویرِ زندگی کو تکلمِ عطا کیا
 حسنِ تصورات ہے سیرتِ رسولؐ کی
 ساغرِ سرور و کیف کے ساغرِ چھلک اٹھے
 صبحِ تجلیات ہے سیرتِ رسولؐ کی



لیوں پہ جس کے محمدؐ کا نام رہتا ہے
 وہ راہِ خلد پہ محوِ خرام رہتا ہے
 جو سر جھکائے محمدؐ کے آستانے پر
 زمانہ اس کا ہمیشہ غلام رہتا ہے
 ہمیں نہ چھیڑ کہ وارفتگانِ بطحا ہیں
 ہمیں تو شوقِ مدینہ مدام رہتا ہے
 وہ دو جہاں کے اُمیں ہیں انہی کے ہاتھوں میں
 سپردِ کون و مکاں کا نظام رہتا ہے
 جو غمگسار ہے نادار اور غریبوں کا
 وہ قدسیوں میں بھی عالی مقام رہتا ہے
 لگن ہے آلِ مدینہ کی جس کے سینے میں
 وہ زندگی میں بہت شاد کام رہتا ہے
 ہمیں ضرورتِ آبِ بقا نہیں ساغر
 ہمارے سامنے کوثر کا جام رہتا ہے



ہمیں جو یادِ مدینے کا لالہ زار آیا
تصوّرات کی دُنیا پہ اک نکھار آیا
کبھی جو گنبدِ خضرا کی یاد آئی ہے
بڑا سکون ملا ہے بڑا قرار آیا
یقین کر کہ محمدؐ کے آستانے پر
جو بدنصیب گیا ہے وہ کا مگار آیا
ہزار شمس و قمر راہِ شوق سے گزرے
خیالِ حُسنِ محمدؐ جو بار بار آیا
عرب کے چاند نے صحرا بسا دیئے ساغر
وہ ساتھ لے کے تجلی کا اک دیار آیا



جس طرف چشمِ محمدؐ کے اشارے ہو گئے
 جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے
 جب کبھی عشقِ محمدؐ کی عنایت ہو گئی
 میرے آنسو کوثر و زمزم کے دھارے ہو گئے
 موجہ طوفاں میں جب نامِ محمدؐ لے لیا
 ڈوبتی کشتی کے تنکے ہی سہارے ہو گئے
 یا محمدؐ آپ کی نظروں کا یہ اعجاز ہے
 جس طرف نظریں اٹھیں سب تمہارے ہو گئے
 میں ہوں اور یادِ مدینہ اور ہیں تنہائیاں
 اپنے بیگانے بھی مجھ سے کنارے ہو گئے
 اپنی کملی کا ذرا سایہ عنایت ہو مجھے
 دل کے دشمن یا محمدؐ دل سے پیارے ہو گئے



نہ ہوتا در محمدؐ کا تو دیوانے کہاں جاتے
خدا سے اپنے دل کی بات منوانے کہاں جاتے
جنہیں عشقِ محمدؐ نے کیا ادراک سے بالا
حقیقت ان تمناؤں کی سمجھانے کہاں جاتے
خدا کا شکر ہے کہ حیرا سود تک رسائی ہے
جنہیں کعبے سے نسبت ہے وہ بچخانے کہاں جاتے
اگر آتی نہ خوشبوئے مدینہ میری آنکھوں سے
جو مرتے ہیں نہ جلتے ہیں وہ پروانے کہاں جاتے
سمٹ آئے مری آنکھوں میں حُسنِ زندگی بن کر
شرابِ درد سے مخمور نذرانے کہاں جاتے
چلو اچھا ہوا ہے نعتِ ساغر کام آئی ہے
غلامانِ نبیؐ محشر میں پہچانے کہاں جاتے



✓

ڈوبنے والوں نے جب نام محمدؐ لے لیا
حلقہ طوفان کو حاصل کنارے ہو گئے
ان کی نظروں میں یقیناً باغِ جنت کچھ نہیں
جس کی نظروں کو مدینے کے نظارے ہو گئے
چند لمحے آستانِ پاک پر گزرے ہیں جو
وہ ہماری زندگانی کے سہارے ہو گئے
سبز گنبد کے لیے اشعارِ ساغرِ مرجا
جھمگا کر زندگی کے ماہ پارے ہو گئے



یہ کہتی ہیں فضائیں زندگی دو چار دن کی ہے
 مدینہ دیکھ آئیں زندگی دو چار دن کی ہے
 سنہری جالیوں کو چوم کر کچھ عرض کرنا ہے
 مچلتی ہیں دُعائیں زندگی دو چار دن کی ہے
 غمِ انساں کی اک صورت عبادت خیز ہوتی ہے
 کسی کے کام آئیں زندگی دو چار دن کی ہے
 وہ راہیں ثبت ہیں جن پر نشاں پائے محمدؐ کے
 انہیں منزل بنائیں زندگی دو چار دن کی ہے
 غمِ دنیا غمِ عقیقی یہ سب جھوٹے سہارے ہیں
 کسے اپنا بنائیں زندگی دو چار دن کی ہے
 بیادِ کربلا ساغر سدا برسیں ان آنکھوں سے
 یہ رحمت کی گھٹائیں زندگی دو چار دن کی ہے



جب بھی نعتِ حضورؐ کہتا ہوں
ذّرے ذّرے کو طور کہتا ہوں

شامِ بظہا کی زرفشانی کو
مطلعِ صُبحِ نور کہتا ہوں

بوریا جو تیری عنایت ہے
اس کو تختِ سمور کہتا ہوں

رند اور مدحتِ نبیؐ یارو
شانِ ربِّ غفور کہتا ہوں

تشنگی اور یادِ کربل کو
جامِ کیف و سرور کہتا ہوں

ایک اُمّی نبیؐ کو اے ساغر
تاجدارِ شعور کہتا ہوں



ماہلِ جور سب خدائی ہے یا رسولِ خدا دُہائی ہے
 ان کے قدموں پہ جھکنے والوں نے دولتِ دو جہان پائی ہے
 ایک بل گیسوئے محمدؐ کا حاصلِ وصفِ کبریائی ہے
 جھوم انھیں گھٹائیں رحمت کی کملیٰ والے کی یاد آئی ہے
 پھر تخیل میں ہے درِ اقدس پھر چمن میں بہار آئی ہے
 عرشِ اعظم پہ جس کا چرچا ہے آپؐ کی شانِ مصطفائی ہے
 اب نہیں دل کو کوئی غم ساغر غمِ احمدؐ سے آشنائی ہے



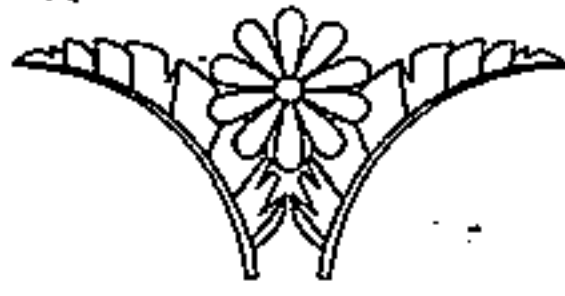
ہے تقدیسِ شمس و قمر سبز گنبد
متاعِ قرارِ نظر سبز گنبد

جلالِ خدائے سموات کہیے
کمالِ جہانِ بشر سبز گنبد

نگارانِ ہستی چلو! سوائے بطحا
ہے تسکینِ قلب و جگر سبز گنبد

ذکرِ مصطفائے کی سطوت نہ پوچھو
جھکاتا ہے شاہوں کے سر سبز گنبد

برستے ہیں راحت کے اسرار ساغر
ہے ظلمت میں فردِ سحر سبز گنبد

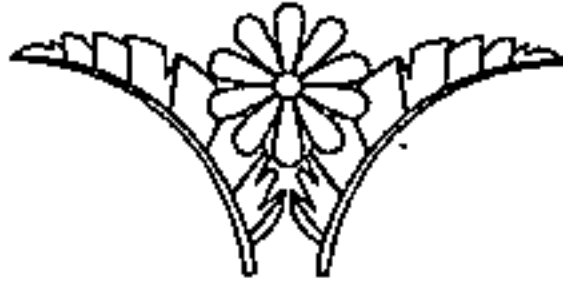


آنکھ گلابی مست نظر ہے ! اللہ ہی جانے کون بشر ہے
 خورو ملائک حاضر خدمت عرشِ معلیٰ راہِ گزر ہے
 گیسوئے مشکیں رُوحِ مُزمل رُخ پہ طلوعِ نورِ سحر ہے
 ماتھے پہ روشن روشن صحرا جلوۂ رنگیں کُسنِ قمر ہے
 ابروئے عالی آیۂ قرآن سینۂ اقدس کانِ گہر ہے
 مہرِ نبوتِ پُشتِ پناہی مسندِ یزداں آپ کا گھر ہے
 چاند ستارے نقشِ کفِ پا منزلِ ہستی گردِ سفر ہے
 صبر و قناعتِ شانِ رسالت سطوتِ شاہاں زیرِ اثر ہے
 غارِ حرا تھی اس کی کمائی ساری خدائی جس کا ثمر ہے

نامِ محمدؐ جگ اُجیالا
 لوگ کہیں جے مکمل والا



غم کے ماروں کا آسرا تم ہو
 بے سہاروں کا آسرا تم ہو
 ہو بھروسہ تمہیں فقیروں کا
 تاجداروں کا آسرا تم ہو
 درو مندوں سے پیار ہے تم کو
 غم گساروں کا آسرا تم ہو
 تم سے یہ کائنات روشن ہے
 چاند تاروں کا آسرا تم ہو
 ناز ہے جن پہ باغِ جنت کو
 اُن بہاروں کا آسرا تم ہو
 چشمِ ساغر کی آبرو تم سے
 دل فگاروں کا آسرا تم ہو



اے کاش وہ دن کب آئیں گے جب ہم بھی مدینہ جائیں گے
دامن میں مرادیں لائیں گے جب ہم بھی مدینہ جائیں گے

بیتابیِ اُلفت کی دُھن میں ہم دیدۂ دل کے بربط پر
توحید کے نغمے گائیں گے جب ہم بھی مدینہ جائیں گے

تھامیں گے سنہری جالی کو پُومیں گے معطر پردوں کو
قسمت کو ذرا سلجھائیں گے جب ہم بھی مدینہ جائیں گے

زَم زَم میں بھگو کر دامن کو سرمستی عرفاں پائیں گے
کوثر کے سیو چھلکائیں گے جب ہم بھی مدینہ جائیں گے

نہستی ہوئی کر نیں پھوٹیں گی ظلمات کے قلعے ٹوٹیں گے
جلوؤں کے علم لہرائیں گے جب ہم بھی مدینہ جائیں گے

ہم خاکِ درِ اقدس لے کر پلکوں پہ سجائیں گے ساغر
یوں دل کا چمن مہکائیں گے جب ہم بھی مدینہ جائیں گے



چمک جائے گا تشنگی کا نگینہ
 مرا جام ہے اور شرابِ مدینہ
 خوشا عشقِ آلِ محمدؐ میں مرنا
 یہی ہے یہی زندگی کا قرینہ
 نگاہِ محمدؐ کی تابانیوں سے
 مہ و مہر کو آ گیا ہے پسینہ
 جسے مل گئی خاکِ پائے محمدؐ
 اُسے مل گیا عشرتوں کا خزینہ
 مرے گلستاں میں بہاروں کے خالق
 بڑی دیر سے ہے خزاں کا مہینہ
 مدد یا محمدؐ ! ذراقی ہے مجھ کو
 یہ مکار دُنیا ' یہ رہزنِ حسینہ
 صیبِ خُدا نا خدا جس کے ساغر
 بھنور میں بھی محفوظ ہے وہ سفینہ



دل و نظر میں لیے عشقِ مصطفیٰؐ آؤ
 خیال و فکر کی حدوں سے ماورا آؤ
 درِ رسولؐ سے آتی ہے مجھ کو یہ آواز
 یہاں ملے گی تمہیں دولتِ بقا آؤ
 جلّائے رہتی ہے عصیاں کی آگ محشر میں
 بس اب نہ دیر کرو شافعِ الورا آؤ
 برنگِ نغمہٗ بلبلِ سنا کے نعتِ نبیؐ
 ذرا چمن میں شگوفوں کا منہ دھلا آؤ
 برس رہی ہیں چمن پر گھٹائیں وحشتِ ہکی
 بھٹک رہا ہے بہاروں کا قافلہ آؤ
 فرازِ عرش سے میرے حضورؐ کو ساغر
 ملا یہ حکم کہ نعلینِ زیرِ پا آؤ



یثرب کی رہگذار ہو اور پائے آرزو
یارب کسی طرح تو یہ بر آئے آرزو

ارماں طوافِ کعبہ کے ایمان بن گئے
مرجھا کے دُونے کھل گئے گلہائے آرزو

غارِ حرا کے پاس کہیں جا کے بس رہوں
دل میں چل رہی ہے یہ دُنیاۓ آرزو

ہر شے ہے اختیارِ محمدؐ میں دوستو
دامنِ ہزار شوق سے پھیلانے آرزو

وہ حادثاتِ دہر سے محفوظ ہو گیا
جس کو درِ رسولؐ پہ لے جائے آرزو

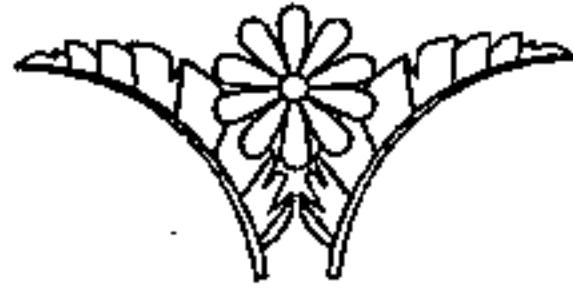
وہ آگنی ہے جشنِ وُردِ نبی کی صُح
ساغرِ سرور و کیف کے چھلکائے آرزو



اس کی لوری کے لیے لفظ کہاں سے لاؤں
سارے عالم کے مقدر کو جگایا جس نے
جس کے جھولے پہ ملائک نے ترانے چھیڑے
قصر و کسرٹی کی منڈیوں کو ہلایا جس نے

جو کھلونوں سے نہیں شمس و قمر سے کھیلے
جن پہ سایہ پر جبریل کیا کرتے تھے
گود میں لے کے گزرتی تھی حلیمہ جس سمت
خاراس راہ کو خوشبو سی دیا کرتے تھے

جن کو الہام و نبوت کا امیں ہونا تھا
جن سے قائم ہوئے بیدار نگاہی کے اصول
دوشِ براق پہ پہنچے جو سرعرش بریں!
وہ خلاؤں کے پیغمبر وہ فضاؤں کے رسول



✽

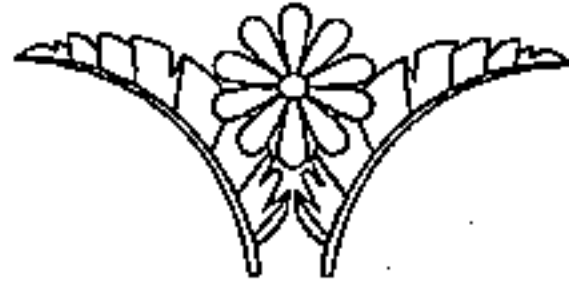
گلوں کے اشارے دُعا کر رہے ہیں
 چمن کے نظارے دُعا کر رہے ہیں
 انہیں شب کی تاریکیوں کا اَلم ہے
 چمک کر ستارے دُعا کر رہے ہیں
 شکستہ سفینوں کو مضبوط کر دے
 شکفتہ کنارے دُعا کر رہے ہیں
 ہمیں صبرِ شیر سے آشنا کر
 کہ اشکوں کے دھارے دُعا کر رہے ہیں
 رہائی اسیروں کی ہو یا محمدؐ
 فدائی تمہارے دُعا کر رہے ہیں



۴

لیتا ہوں نام خلد کا طیبہ نگر کے بعد
 کعبے کو چومتا ہوں ترے سنگِ در کے بعد
 رقصاں ہے جس میں گیسوئے احمد کی چاندنی
 اک سلسلہ ہے اور بھی شام و سحر کے بعد
 اللہ رے دیارِ مہ و خور میں گھوم کر!
 مسند پہ لوٹ آیا کوئی دوپہر کے بعد
 دستورِ مصطفیٰ پہ کردِ ناز دوستو
 منزل ہمارے ساتھ ہے اس راہبر کے بعد
 ساغر وہ غلغلہ ہے نبیؐ کے ورود کا
 نکلا ہے آج چاند بھی خوف و خطر کے بعد

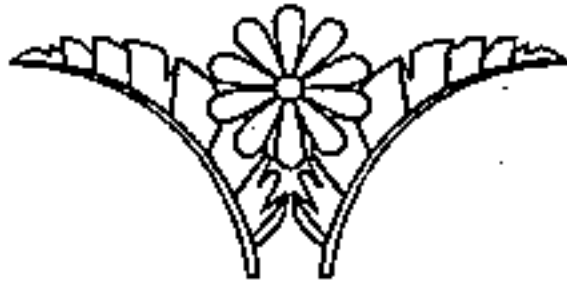
غزلیں



میں التفات یار کا قائل نہیں ہوں دوست
 سونے کے نرم تار کا قائل نہیں ہوں دوست
 مجھ کو خزاں کی ایک لٹی رات سے ہے پیار
 میں رونق بہار کا قائل نہیں ہوں دوست
 ہر شام وصل ہو نئی تمہید آرزو
 اتنا بھی انتظار کا قائل نہیں ہوں دوست
 دو چار دن کی بات ہے یہ زندگی کی بات
 دو چار دن کے پیار کا قائل نہیں ہوں دوست
 جس کی جھلک سے ماند ہو اشکوں کی آبرو
 اس موتیوں کے ہار کا قائل نہیں ہوں دوست
 لایا ہوں بے حساب گناہوں کی ایک فرد
 محبوب ہوں شمار کا قائل نہیں ہوں دوست
 ساغر بقدرِ ظرف لٹاتا ہوں تقدیر ہوش
 ساقی سے میں ادھار کا قائل نہیں ہوں دوست



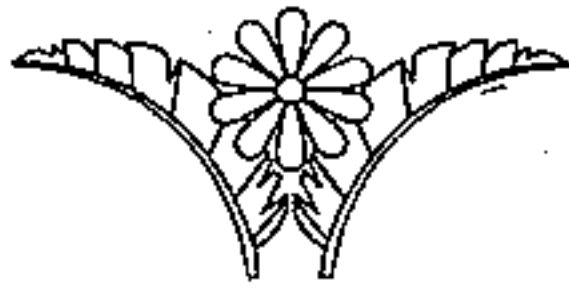
رُودادِ محبت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے
 دو دِن کی مُسرت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے
 جب جام دیا تھا ساقی نے جب دَور چلا تھا محفل میں
 اک ہوش کی ساعت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے
 اب وقت کے نازک ہونٹوں پر مجروح ترنم رقصاں ہے
 بیدادِ مشیت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے
 احساس کے میخانے میں کہاں اب فکر و نظر کی قدیلیں
 آلام کی شدت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے
 کچھ حال کے اندھے ساتھی تھے کچھ ماضی کے عیارِ بجن
 احباب کی چاہت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے
 کانٹوں سے بھرا ہے دامنِ دلِ شبنم سے سلگتی ہیں پلکیں
 مہولوں کی سخاوت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے
 اب اپنی حقیقت بھی ساغر بے ربط کہانی لگتی ہے
 دُنیا کی حقیقت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے



بھولی ہوئی صداہوں مجھے یاد کیجیے
 تم سے کہیں ملا ہوں مجھے یاد کیجیے
 منزل نہیں ہوں، خضر نہیں، راہزن نہیں
 منزل کا راستہ ہوں مجھے یاد کیجیے
 میری نگاہ شوق سے ہر گل ہے دیوتا
 میں عشق کا خدا ہوں مجھے یاد کیجیے
 نغموں کی ابتدا تھی کبھی میرے نام سے
 اشکوں کی انتہا ہوں مجھے یاد کیجیے
 گرم صم کھڑی ہیں دونوں جہاں کی حقیقتیں
 میں اُن سے کہہ رہا ہوں مجھے یاد کیجیے
 ساغر کسی کے حسنِ تغافل شعار کی
 بہکی ہوئی ادا ہوں مجھے یاد کیجیے



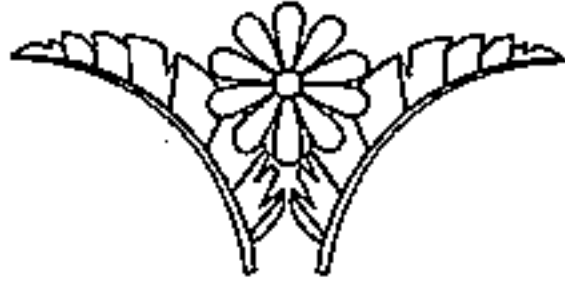
محفلیں لٹ گئیں جذبات نے دم توڑ دیا
 ساز خاموش ہیں نغمات نے دم توڑ دیا
 ہر مسرت غم دیروز کا عنوان بنی
 وقت کی گود میں لمحات نے دم توڑ دیا
 اُن گنت محفلیں محروم چراغاں ہیں ابھی
 کون کہتا ہے کہ ظلمات نے دم توڑ دیا
 آج پھر بجھ گئے جل جل کے امیدوں کے چراغ
 آج پھر تاروں بھری رات نے دم توڑ دیا
 جن سے افسانہ ہستی میں تسلسل تھا کبھی
 اُن محبت کی روایات نے دم توڑ دیا
 جھلملاتے ہوئے اشکوں کی لڑی ٹوٹ گئی
 جھمگاتی ہوئی برسات نے دم توڑ دیا
 ہائے آداب محبت کے تقاضے ساغر
 لب پہلے اور شکایات نے دم توڑ دیا



پوچھا کسی نے حال کسی کا تو رو دیئے
 پانی میں عکس چاند کا دیکھا تو رو دیئے
 نغمہ کسی نے ساز پر چھیڑا تو رو دیئے
 غنچہ کسی نے شاخ سے توڑا تو رو دیئے
 اڑتا ہوا غبارِ سرِ راہ دیکھ کر
 انجامِ ہم نے عشق کا سوچا تو رو دیئے
 بادلِ فضا میں آپ کی تصویر بن گئے
 سایہ کوئی خیال سے گزرا تو رو دیئے
 رنگِ شفق سے آگِ شگوفوں میں لگ گئی
 ساغرِ ہمارے ہاتھ سے چھلکا تو رو دیئے



نالہ حدودِ گوئے رسا سے گزر گیا
 اب دردِ دل علاجِ ودوا سے گزر گیا
 ان کا خیال بن گئیں سینے کی دھڑکنیں
 نغمہ مقامِ صوت و صدا سے گزر گیا
 اعجازِ بے خودی ہے کہ یہ حُسنِ بندگی
 اک بُت کی جستجو میں خدا سے گزر گیا
 انصافِ سیم وزر کی تجلی نے دُش لیا
 ہر جرمِ احتیاجِ سزا سے گزر گیا
 ابھی تھی عقل و ہوش میں ساغرِ رہِ حیات
 میں لے کے تیرا نام فنا سے گزر گیا



کب سماں تھا بہار سے پہلے
 غم کہاں تھا بہار سے پہلے
 ایک تنہا سا آرزو کا دیا
 ضوفشاں تھا بہار سے پہلے
 اب تماشا ہے چار تنگوں کا
 آشیاں تھا بہار سے پہلے
 اے مرے دل کے داغ یہ تو بتا
 تو کہاں تھا بہار سے پہلے
 پچھلی شب میں خزاں کا سنا
 ہم زباں تھا بہار سے پہلے
 چاندنی میں یہ آگ کا دریا
 کب رواں تھا بہار سے پہلے
 بن گیا ہے سحاب موسم گل
 جو دھواں تھا بہار سے پہلے
 لٹ گئی دل کی زندگی ساغر
 دل جواں تھا بہار سے پہلے



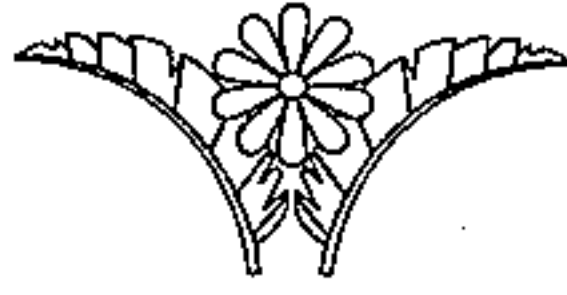
چراغِ طورِ جلاؤ ! بڑا اندھیرا ہے
 ذرا انقلاب اٹھاؤ ! بڑا اندھیرا ہے
 ابھی تو صبح کے ماتھے کا رنگ کالا ہے
 ابھی فریب نہ کھاؤ ! بڑا اندھیرا ہے
 وہ جن کے ہوتے ہیں خورشید آستینوں میں
 انہیں کہیں سے بلاؤ ! بڑا اندھیرا ہے
 مجھے تمہاری نگاہوں پہ اعتماد نہیں
 مرے قریب نہ آؤ ! بڑا اندھیرا ہے
 فرازِ عرش سے ٹوٹا ہوا کوئی تارہ
 کہیں سے ڈھونڈ کے لاؤ ! بڑا اندھیرا ہے
 بصیرتوں پہ اُجالوں کا خوف طاری ہے
 مجھے یقین دلاؤ ! بڑا اندھیرا ہے
 جسے زبانِ خرد میں شراب کہتے ہیں
 وہ روشنی سی پلاؤ ! بڑا اندھیرا ہے
 بنامِ زہرہ جینانِ خطہ فردوس
 کسی کرن کو جگاؤ ! بڑا اندھیرا ہے



فضائے نیم شبی کہہ رہی ہے سب اچھا
 ہماری بادہ کشی کہہ رہی ہے سب اچھا
 نہ اعتبارِ محبت نہ اختیارِ وفا
 جوں کی تیز روی کہہ رہی ہے سب اچھا
 دیارِ ماہ میں تعمیرِ کدے ہوں گے
 کہ دامنوں کی تہی کہہ رہی ہے سب اچھا
 قفس میں یوں بھی تسلی بہار نے دی ہے
 چنگ کے جیسے کلی کہہ رہی ہے سب اچھا
 وہ آشنائے حقیقت نہیں تو کیا غم ہے
 حدیثِ نامہ بری کہہ رہی ہے سب اچھا
 تڑپ تڑپ کے شبِ ہجر کاٹنے والو
 نئی سحر کی گھڑی کہہ رہی ہے سب اچھا
 حیات و موت کی تفریق کیا کریں ساغر
 ہماری شانِ خودی کہہ رہی ہے سب اچھا



کوئی نالہ یہاں رسا نہ ہوا
 اشک بھی حرفِ مدعا نہ ہوا
 تلخ درد ہی مقدر تھی
 جامِ عشرت ہمیں عطا نہ ہوا
 ماہتابی نگاہ والوں سے
 دل کے داغوں کا سامنا نہ ہوا
 آپ رسمِ جفا کے قائل ہیں
 میں اسیرِ غم وفا نہ ہوا
 وہ شہنشاہ نہیں بھکاری ہے
 جو فقیروں کا آسرا نہ ہوا
 رہزن عقل، ہوش دیوانہ
 عشق میں کوئی رہنما نہ ہوا
 ڈوبنے کا خیال تھا ساغر
 ہائے ساحل پہ ناخدا نہ ہوا



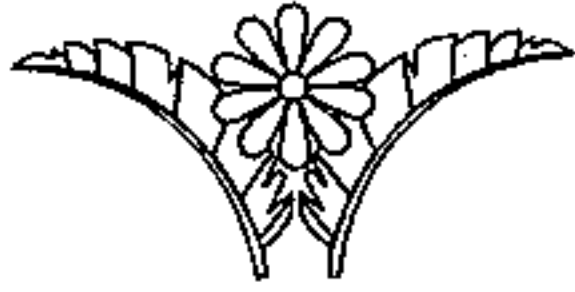
چاندنی شب ہے ستاروں کی رِدا میں سی لو
 عید آئی ہے بہاروں کی رِدا میں سی لو
 چشمِ ساقی سے کہو تشنہ اُمیدوں کے لیے
 تم بھی کچھ بادہ گُساروں کی رِدا میں سی لو
 ہر برس سوزِ تقدیر چلا کرتی ہے
 اب تو کچھ سینہ فگاروں کی رِدا میں سی لو
 لوگ کہتے ہیں تقدس کے سبُو ٹوٹیں گے
 جھومتی رہگذاروں کی رِدا میں سی لو
 قلمِ خلد سے ساغر کی صدا آتی ہے
 اپنے بے تاب کناروں کی رِدا میں سی لو



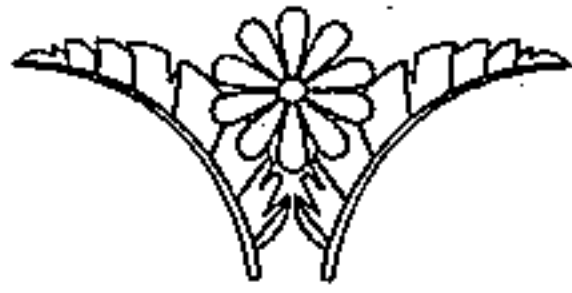
زخمِ دل پر بہار دیکھا ہے
 کیا عجب لالہ زار دیکھا ہے
 جن کے دامن میں کچھ نہیں ہوتا
 ان کے سینوں میں پیار دیکھا ہے
 خاک اڑتی ہے تیری گلیوں میں
 زندگی کا وقار دیکھا ہے
 تشنگی ہے صدف کے ہونٹوں پر
 گل کا سینہ فگار دیکھا ہے
 ساقیا! اہتمامِ بادہ کر
 وقت کو سوغوار دیکھا ہے
 جذبہٴ غم کی خیر ہو ساغر
 حسرتوں پہ بکھار دیکھا ہے



ذرا کچھ اور قربت زیرِ داماں لڑ کھڑاتے ہیں
 مے شعلہ فگن پی کر گلستاں لڑ کھڑاتے ہیں
 تخیل سے گزرتے ہیں تو نغمے چونک اُٹھتے ہیں
 تصور میں بہ انداز بہاراں لڑ کھڑاتے ہیں
 قرارِ دین و دنیا آپ کی بانہوں میں لرزاں ہیں
 سہارے دیکھ کر زلفِ پریشاں لڑ کھڑاتے ہیں
 جری آنکھوں کے افسانے بھی پیانے ہیں مستی کے
 بنامِ ہوش مدہوشی کے عنوان لڑ کھڑاتے ہیں
 سو! اے عشق میں توقیر ہستی ڈھونڈنے والو
 یہ وہ منزل ہے جس منزل پہ انساں لڑ کھڑاتے ہیں
 تمہارا نام لیتا ہوں فضا میں رقص کرتی ہیں
 تمہاری یاد آتی ہے تو ارماں لڑ کھڑاتے ہیں
 کہیں سے میکدے میں اس طرح کے آدمی لاؤ
 کہ جن کی جنبشِ ابرو سے ایماں لڑ کھڑاتے ہیں
 یقیناً حشر کی تقریب کے لمحات آ پہنچے
 قدمِ ساغر قریب کوئے جاناں لڑ کھڑاتے ہیں



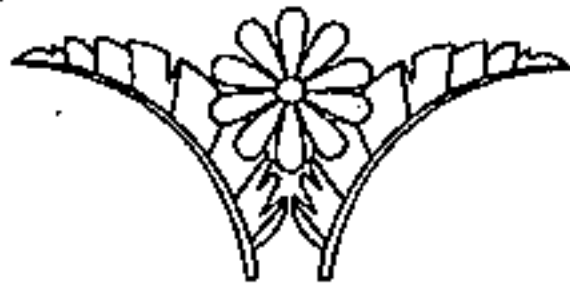
چاکِ دامن کو جو دیکھا تو ملا عید کا چاند
 اپنی تقدیر کہاں بھول گیا عید کا چاند
 اُن کے اُبروئے خمیدہ کی طرح ٹکھا ہے
 اپنی آنکھوں میں بڑی دیر چھپا عید کا چاند
 جانے کیوں آپ کے رُخسار مہک اُٹھتے ہیں
 جب کبھی کان میں چپکے سے کہا عید کا چاند
 دُور ویران بسیرے میں دیا ہو حصے
 غم کی دیوار سے دیکھا تو لگا عید کا چاند
 لے کے حالات کے صحراؤں میں آ جاتا ہے
 آج بھی خلد کی رنگین فضا عید کا چاند
 تلخیاں بڑھ گئیں جب زیت کے پیانے میں
 گھول کر درد کے ماروں نے پیا عید کا چاند
 چشم تو وسعتِ افلاک میں کھوئی ساغر
 دل نے اک اور جگہ ڈھونڈ لیا عید کا چاند



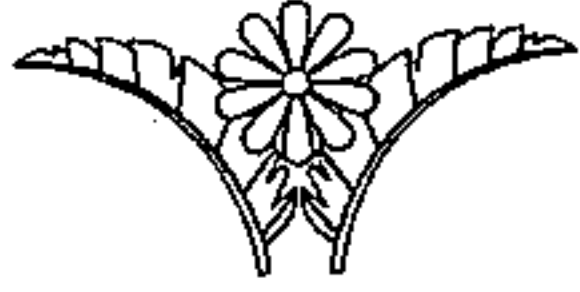
ہر شے ہے پر ملال بڑی تیز دھوپ ہے
 ہر لب پہ ہے سوال بڑی تیز دھوپ ہے
 چکرا کے گر نہ جاؤں میں اس تیز دھوپ میں
 مجھ کو ذرا سنبھال بڑی تیز دھوپ ہے
 دے حکم بادلوں کو خیابان نشین ہوں
 جام و سُبُو اچھال بڑی تیز دھوپ ہے
 ممکن ہے ابرِ رحمت یزداں برس پڑے
 زلفوں کی چھاؤں ڈال بڑی تیز دھوپ ہے
 اب شہر آرزو میں وہ رعنائیاں کہاں
 ہیں گلن کدے نڈھال بڑی تیز دھوپ ہے
 سمجھی ہے جس کو سایہ اُمیدِ عقلِ خام
 ساغر کا ہے خیال بڑی تیز دھوپ ہے



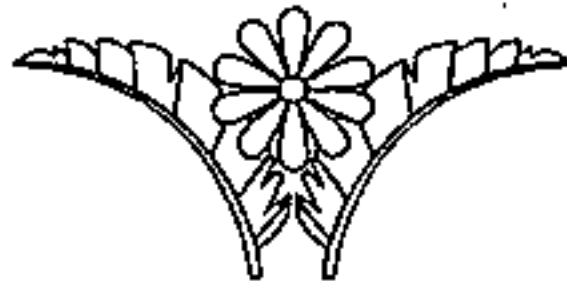
وقت کی عمر کیا بڑی ہو گی
 اک ترے وصل کی گھڑی ہو گی
 دستکیں دے رہی ہے پلکوں پر
 کوئی برسات کی جھڑی ہو گی
 کیا خبر تھی کہ نوکِ خنجر بھی
 پھول کی ایک پنکھڑی ہو گی
 زلف بل کھا رہی ہے ماتھے پر
 چاندنی سے صبا لڑی ہو گی
 اے عدم کے مسافر! ہشیار
 راہ میں زندگی کھڑی ہو گی
 کیوں گرہ گیسوؤں میں ڈالی ہے
 جاں کسی پھول کی اڑی ہو گی
 التجا کا ملال کیا کیجیے
 ان کے در پر کہیں پڑی ہو گی
 موت کہتے ہیں جس کو اے ساغر
 زندگی کی کوئی کڑی ہو گی



دو جہانوں کی خبر رکھتے ہیں
 بادہ خانوں کی خبر رکھتے ہیں
 خارزاروں سے تعلق ہے ہمیں
 گلستانوں کی خبر رکھتے ہیں
 ہم اُلٹ دیتے ہیں صدیوں کے نقاب
 ہم زمانوں کی خبر رکھتے ہیں
 اُن کی گلیوں کے مکینوں کی سُنو
 لامکانوں کی خبر رکھتے ہیں
 چند آوارہ بگولے اے دوست
 کاروانوں کی خبر رکھتے ہیں
 زخم کھانے کا سلیقہ ہو جنہیں
 وہ نشانوں کی خبر رکھتے ہیں
 کچھ زمینوں کے ستارے ساغر
 آسمانوں کی خبر رکھتے ہیں



تاروں سے میرا جام بھرو! میں نشے میں ہوں
 اے ساکنانِ خلد سنو! میں نشے میں ہوں
 کچھ پھول کھل رہے ہیں سرِ شاخِ میکدہ
 تم ہی ذرا پہ پھول چنو! میں نشے میں ہوں
 ٹھہرو! ابھی تو صبح کا تارا ہے صوفشاں
 دیکھو! مجھے فریب نہ دو! میں نشے میں ہوں
 نشہ تو موت ہے غم ہستی کی دھوپ میں
 بکھرا کے زلف ساتھ چلو! میں نشے میں ہوں
 میلہ یونہی رہے یہ سرِ رہگذارِ زیست!
 اب جام سامنے ہی رکھو! میں نشے میں ہوں
 پائل چھٹک رہی ہے نگارِ خیال کی!
 کچھ اہتمامِ قص کرو! میں نشے میں ہوں
 میں ڈگمگا رہا ہوں بیابانِ ہوش میں
 میرے ابھی قریب رہو! میں نشے میں ہوں
 ہے صرف اک تہم رنگیں بہت مجھے
 ساغرِ بدوش لالہ رُخو! میں نشے میں ہوں



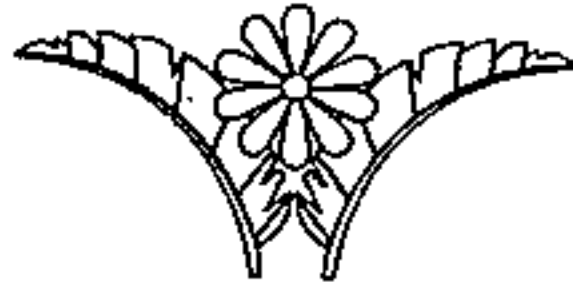
نگارِ معیشت لہو رو رہی ہے
 تصور کی عظمت لہو رو رہی ہے
 شکوفوں کی عزت پہ چھاپے پڑے ہیں
 چمن کی لطافت لہو رو رہی ہے
 پلا سا قیا کوئی جامِ غزالی
 بھٹکتی بصیرت لہو رو رہی ہے
 فقیروں کے اخلاص کی بے زبانی
 بروے جہالت لہو رو رہی ہے
 نہ سجدے نہ سجدوں کی تعبیر ساغر
 جبین شہادت لہو رو رہی ہے



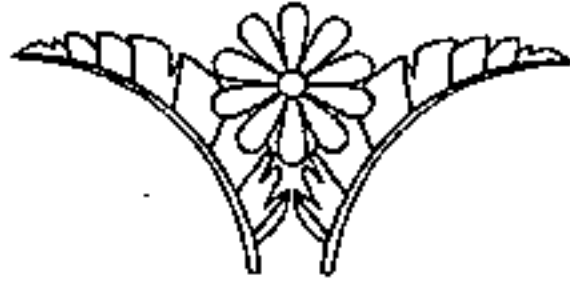
ہم بڑی دُور سے آئے ہیں تمہاری خاطر
 دل کے ارمان بھی لائے ہیں تمہاری خاطر
 ایسا اک سنگ جو تالیفِ رہ منزل ہو
 منزلیں ڈھونڈ کے آئے ہیں تمہاری خاطر
 کتنی ناکام اُمیدوں کے دیئے پچھلے پہر
 ہم نے دریا میں بہائے ہیں تمہاری خاطر
 عہدِ روشن کے سخنور نہ بھلائیں گے کبھی
 ہم نے وہ سحر جگائے ہیں تمہاری خاطر
 ہم نہ چاہیں گے کبھی تختِ جم و خسرو کے
 ہم نے ارمان لٹائے ہیں تمہاری خاطر
 ہم وہاں تھے کہ جہاں ساغر و ساقی تھے مدام
 دوستو! لوٹ کے آئے ہیں تمہاری خاطر



تہذیب بے نقاب کی آنکھیں نکال دو
 اس قوم کے شباب کی آنکھیں نکال دو
 جس نے سماعتوں کو دیا درسِ بے خودی
 اس نغمہِ رباب کی آنکھیں نکال دو
 جس میں نہ ہو بصیرتِ انساں کی چاندنی
 اس شیشہِ شراب کی آنکھیں نکال دو
 اب منزلِ وفا کی ضرورت نہیں رہی
 ہر عزمِ کامیابی کی آنکھیں نکال دو
 ساغر نکھر سکے نہ جہاں تکبتِ خودی
 اُس قریہِ گلاب کی آنکھیں نکال دو



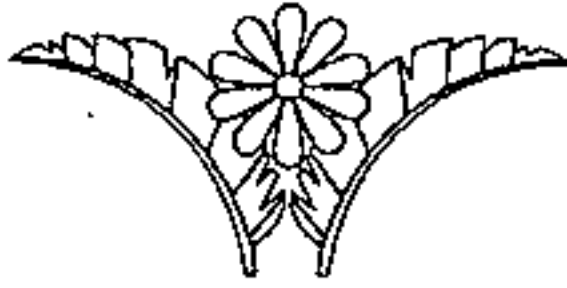
خوشا کہ باغِ بہاراں ہے زندگی اپنی
 کسی کے غم سے فروزاں ہے زندگی اپنی
 بہت دنوں سے پریشاں ہیں آپ کے گیسو
 بہت دنوں سے پریشاں ہے زندگی اپنی
 پھلک رہے ہیں کئی خسرتوں کے پیمانے
 لہو سے دل کے چراغاں ہے زندگی اپنی
 غمِ حیات نے ڈالے ہیں ہاتھ بڑھ کر
 کہ بے وطن کا گریباں ہے زندگی اپنی
 برا جہان ہے کیا ایک آئینہ خانہ
 کہ جس میں ششدر و حیراں ہے زندگی اپنی
 نہ جانے کونسا لمحہ پُرا کے لے جائے
 متاعِ گردشِ دوراں ہے زندگی اپنی
 نہ کوئی پھول نہ ساغر نہ ماہتاب نہ تو
 بچھا ہوا سا شہتاں ہے زندگی اپنی



میں تلخی حیات سے گھبرا کے پی گیا
 غم کی سیاہ رات سے گھبرا کے پی گیا
 اتنی دقیق شے کوئی کیسے سمجھ سکے
 یزداں کے واقعات سے گھبرا کے پی گیا
 پھلکے ہوئے تھے جام پریشاں تھی زلفِ یار
 کچھ ایسے حادثات سے گھبرا کے پی گیا
 میں آدمی ہوں کوئی فرشتہ نہیں حضور
 میں آج اپنی ذات سے گھبرا کے پی گیا
 دنیائے حادثات ہے اک درد ناک گیت
 دنیائے حادثات سے گھبرا کے پی گیا
 کانٹے تو خیر کانٹے ہیں ان سے گلہ ہی کیا
 پھولوں کی واردات سے گھبرا کے پی گیا
 ساغر وہ کہہ رہے تھے کہ پی لیجیے حضور
 ان کی گزارشات سے گھبرا کے پی گیا



دستور یہاں بھی اندھے ہیں فرمان یہاں بھی اندھے ہیں
 اے دوست خدا کا نام نہ لے ایمان یہاں بھی اندھے ہیں
 تقدیر کے کالے کبل میں عظمت کے فسانے لپٹے ہیں
 مضمون یہاں بھی بہرے ہیں عنوان یہاں بھی اندھے ہیں
 زردار توقع رکھتا ہے نادار کی گاڑھی محنت پر
 مزدور یہاں بھی دیوانے ذیشان یہاں بھی اندھے ہیں
 کچھ لوگ بھروسہ کرتے ہیں تسبیح کے چلتے دانوں پر
 بے چین یہاں یزداں کا جنوں انسان یہاں بھی اندھے ہیں
 بے نام جفا کی راہوں پر کچھ خاک سی اڑتی دیکھی ہے
 حیراں ہیں دلوں کے آئینے نادان یہاں بھی اندھے ہیں
 بے رنگ شفق سی ڈھلتی ہے نور سویرے ہوتے ہیں
 شاعر کا تصور بھوکا ہے سلطان یہاں بھی اندھے ہیں



شعلہ سامان کھلونوں سے بہل جاتا ہے
ہائے انسان کھلونوں سے بہل جاتا ہے
حسنِ بت ساز کھلونوں کا پرانا خالق
عشقِ انجان کھلونوں سے بہل جاتا ہے
ہم بہر حال حقیقت کو سمجھ لیتے ہیں
دل ہے نادان کھلونوں سے بہل جاتا ہے
جو ترے غم کی ندامت نہ اٹھا سکتا ہو
وہ پشیمان کھلونوں سے بہل جاتا ہے
موجِ گریہ سے لپٹ جاتے ہیں وعدے انکے
غم کا طوفان کھلونوں سے بہل جاتا ہے
چشمِ ساغر کو نہیں خواہشِ جنت واعظ
تیرا ایمان کھلونوں سے بہل جاتا ہے



اس میں شامل دشت و صحرا اور دیرانے کی بات
 اہل محفل سے جدا ہے تیرے دیوانے کی بات
 محتسب ہم بے گناہوں کو نہ دے الزام سے
 تشنگی میں آ گئی ہونٹوں پہ مئے خانے کی بات
 ہاں ابھی بھولی نہیں جو خزاں کی داستاں
 احتیاطاً ہم نہیں کرتے بہار آنے کی بات
 بن گئی ہے سُرخِ حُسنِ بہارِ جاوداں
 آ گئی زلفِ معنبر کے بکھر جانے کی بات
 ہر نفس میں شعلہ زن ہیں گرمیاں حالات کی
 زندگی ہے ان دنوں بے موت مرجانے کی بات
 میکدہ بدلا ہوا ساغرِ شکستِ حال ہیں
 ہر حقیقت بن گئی ہے آج افسانے کی بات



شمع اس راہ پہ جلی ہے ابھی
رنج کی شب کہاں ڈھلی ہے ابھی

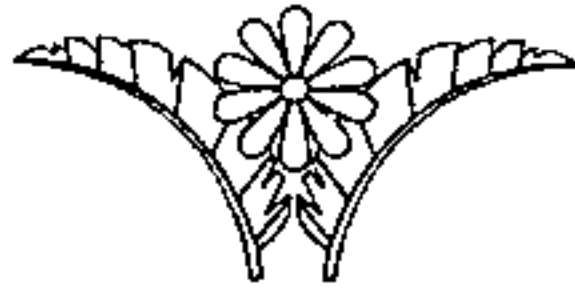
گل کھلے ہیں تمہاری آہٹ سے
آنکھ مہتاب نے ملی ہے ابھی

دل کہ جس کو فقیر کہتے ہیں
ایک اجڑی ہوئی گلی ہے ابھی

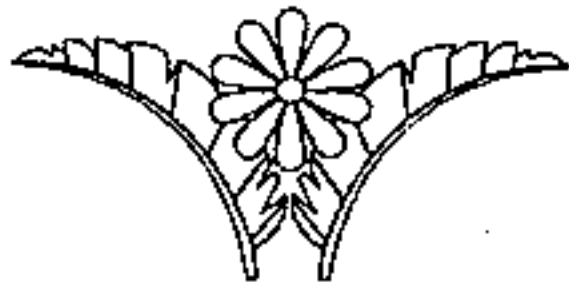
کاروبارِ جُلوں کی گمنامی
شہرتِ عقل سے بھلی ہے ابھی

چاند اُتریں گے رہگذاروں میں
رسمِ تابندگی چلی ہے ابھی

اب طبیعت بحال ہے ساغر
کچھ ذرا من میں بے کلی ہے ابھی



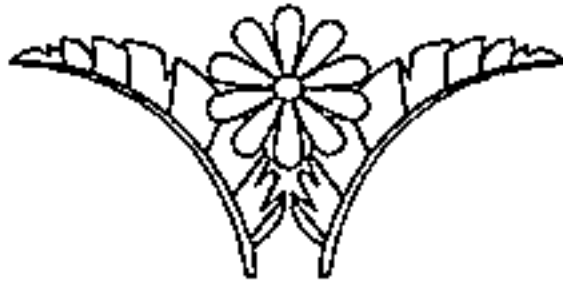
اے تغیر زمانہ یہ عجیب دل لگی ہے
 نہ وقارِ دوستی ہے نہ مجالِ دشمنی ہے
 یہی ظلمتیں چھنیں جو ترے سرخ آنچلوں میں
 انہی ظلمتوں سے شاید مرے گھر میں روشنی ہے
 مرے ساتھ تم بھی چلنا مرے ساتھ تم بھی آنا
 ذرا غم کے راستوں میں بڑی تیز تیرگی ہے
 یہ مشاہدہ نہیں ہے مرے درد کی صدا ہے
 مرے داغِ دل لیے ہیں تری بزمِ جب بھی ہے
 غمِ زندگی کہاں ہے ابھی وحشتوں سے فرصت
 ترے ناز اٹھا ہی لیں گے ابھی زندگی پڑی ہے
 ترے خشک گیسوؤں میں مری آرزو ہے پنہاں
 ترے شوخ بازوؤں میں مری داستاںِ رچی ہے
 جسے اپنا یار کہنا اسے چھوڑنا بھنور میں!
 یہ حدیثِ دلبراں ہے یہ کمالِ دلبری ہے
 وہ گزار گیا ہے ساغر کوئی قافلہ چمن سے
 کہیں آگ جل رہی ہے کہیں آگ سو گئی ہے



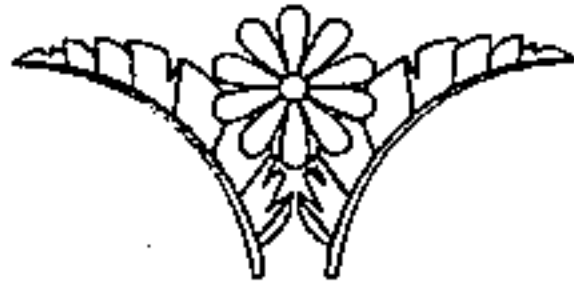
کوئی تیلی ہے نہ جگنو آہِ شام بیکسی
 آج دل میں نسترن کی شاخ پھر چمھنے لگی
 تُو نے کیا توڑا گلستاں سے وفا کا ایک پھول
 ہر کلی ہے غیر محرم ہر شکوفہ اجنبی
 بے ارادہ چل رہا ہوں زندگی کی راہ پر
 میرے مسلک میں نہیں ہے کاروبارِ رہبری
 جس میں کچھ انسان کی توقیر کے احکام تھے
 وہ شریعتِ معبدوں کے زیرِ سایہ سو گئی
 آگئیں بازار میں پکنے خدا کی عظمتیں
 جی اٹھی ہیں خواہشیں اور مر گیا ہے آدمی
 میں شعاعوں میں پکھل جاؤں مری فطرت نہیں
 وہ ستارہ ہوں کہ جس کو ڈھونڈتی ہے روشنی
 اور کتنی دُور ہیں ساغرِ عدم کی منزلیں
 زندگی سے پوچھ لوں گا راستے میں گر ملی



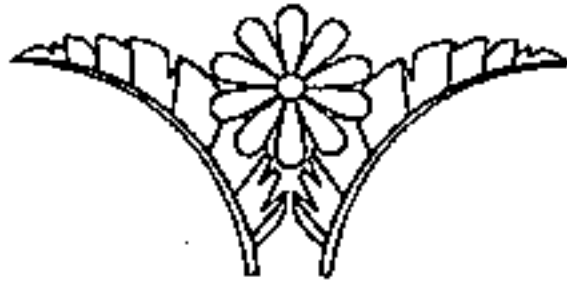
آنکھ روشن ہے جیب خالی ہے
ظلمتوں میں کرنِ سواہی ہے
حادثے لوریوں کا حاصل ہیں
وقت کی آنکھ لگنے والی ہے
آئینے سے حضور ہی کی طرح
چشم کا واسطہ خیالی ہے
حسنِ ہتھر کی ایک مورت ہے
عشق پھولوں کی ایک ڈالی ہے
موت اک انگلیں کا ساغر ہے
زندگی زہر کی پیالی ہے



دیارِ لالہ و سرو و سمن سے گزرے ہیں
 قسمِ خدا کی تری انجمن سے گزرے ہیں
 یہ رنگ و یو جو ترے گیسوؤں کی تلچھٹ ہیں
 طلوعِ صبح کی پہلی کرن سے گزرے ہیں
 ہزاروں پھول کھلے اپنا قافلہ نہ رکا
 دلوں پہ داغ لیے ہم چمن سے گزرے ہیں
 نہ کڑے یار کی چاہت نہ سوئے دار کی دھن
 کسی کے ابروئے دوراں شکن سے گزرے ہیں
 ابھی نہ شمع جلاؤ ہمارے مدفن پر !
 کہ زندگی کے اندھیرے وطن سے گزرے ہیں
 ہمیں سے منزلِ فکر و نظر جواں ساغر
 ہمیں جو وادیِ شعر و سخن سے گزرے ہیں



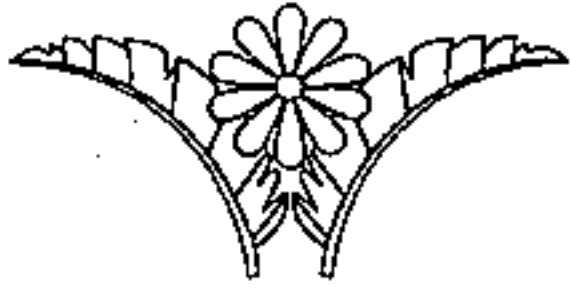
بہارِ سرو و سمنِ فُردہ گلوں کی نکبت تڑپ رہی ہے
 قدمِ قدم پہ الم کدے ہیں نگاہِ عشرت تڑپ رہی ہے
 وقارِ یزداں نہ حُسنِ انساں ضمیرِ عالم بدل گیا ہے
 کہیں مشیت پہ نیند طاری کہیں معیشت تڑپ رہی ہے
 خیال کی چاندنی ہے پھینکی نگاہ کے زاویے ہراساں
 ہے شورِ مبہم صفاتِ نغمہ نوائے فطرت تڑپ رہی ہے
 شعور کی مشعلیں جلا میں اٹھو ستاروں کے ساز چھیڑیں!
 کرنِ کرن کی حسین مورت بحالِ ظلمت تڑپ رہی ہے
 حیاتِ منصور کی کہانی، زمانہ دارورسن کا قصہ
 لٹا لٹا سا ہے ذوقِ شبلی جنوں کی عظمت تڑپ رہی ہے
 کبھی شبستاں کے رہنے والو! غریب کی جھونپڑی بھی دیکھو
 خزاں کے پتوں کی جھانجھروں میں کسی کی عظمت تڑپ رہی ہے
 ہے کوئی لاوا اُگلتا پھرتا کہ آدمی ہے نئے جہاں کا
 نظر میں شعلے پھل رہے ہیں جبیں پہ وحشت تڑپ رہی ہے
 مجھے یقین ہے کہ اس جہاں میں ضرور فرعون جی اٹھا ہے
 قدم قدم پر خدائے برتر! تری فضیلت تڑپ رہی ہے
 تمام ماحول مضطرب ہے کہاں تلاشِ قرارِ ساغر
 غزل کی لے سے فغانِ حسرتِ سخن کی دولت تڑپ رہی ہے



غم کے مجرم خوشی کے مجرم ہیں
 لوگ اب زندگی کے مجرم ہیں
 اور کوئی گناہ یاد نہیں
 سجدہ بے خودی کے مجرم ہیں
 استغاثہ ہے راہ و منزل کا
 راہزن رہبری کے مجرم ہیں
 نئے کدے میں یہ شور کیسا ہے
 بادہ کش بندگی کے مجرم ہیں
 دشمنی آپ کی عنایت ہے
 ہم فقط دوستی کے مجرم ہیں
 ہم فقیروں کی صورتوں پہ نہ جا
 خدمتِ آدمی کے مجرم ہیں
 کچھ غزالانِ آگہی ساغر
 نغمہ و شاعری کے مجرم ہیں



روشن ہمیں سے منزلِ ہستی کے مرحلے
ہم کارواں کے ساتھ بہت دُور تک چلے
اس شامِ غم کے بعد ہے اک ایسا راستہ
جس میں چراغ جلتے ہیں ظلمات کے لیے
اک عہدِ نو بھی اپنا مداوا نہ کر سکا
لطف و عطا کی گود میں جو رستم پلے
چھیڑیں کسی کے گیسوئے برہم کی داستاں
رنج و اَلَم کی رات کسی طرح تو ٹلے
جلتی رہیں دیارِ محبت کی مشعلیں
کیا جانے آفتابِ تمنا کہاں ڈھلے
پھرتے ہیں لوگ چاکِ گریباں گلی گلی
مُجروحِ زندگی کو لگائے ہوئے گلے
ساغر سلگ رہی ہے شگوفوں کی چاندنی
سیرِ چمن کو لکھے ہیں دو چار دل جلے



مآلِ نغمہ و ماتم فروخت ہوتا ہے!
 خوشی کے ساتھ یہاں غم فروخت ہوتا ہے
 وہ جس کو آج بھی کچھ لوگ حسن کہتے ہیں
 بصد نگارش پیہم فروخت ہوتا ہے
 فریب خوردہ تبسم خریدنے کے لیے
 وقارِ دیدہ پر غم فروخت ہوتا ہے
 بڑے حسین گھنیرے سیاہ پردوں میں
 جمالِ عصمتِ مریم فروخت ہوتا ہے
 بہارِ وادی گنگ و جمن کے ساتھ یہاں
 وقارِ کوثر و زمزم فروخت ہوتا ہے
 وہ جسمِ مرمریں نظریں بھی جس کو چھو نہ سکیں
 برائے رونقِ عالم فروخت ہوتا ہے
 طلسمِ خانہ صد رنگ و بو میں اے ساغر
 فریبِ شعلہ و شبنم فروخت ہوتا ہے



اگرچہ ہم جا رہے ہیں محفل سے نالہ دل نگار بن کر
مگر یقین ہے کہ لوٹ آئیں گے نغمہ نو بہار بن کر

یہ کیا قیامت ہے باغبانوں! کہ جن کی خاطر بہار آئی
وہی شگوفے کھٹک رہے ہیں تمہاری آنکھوں میں خار بن کر

جہان والے ہمارے گیتوں سے جائزہ لیں گے سسکیوں کا
جہان میں پھیل جائیں گے ہم بشر بشر کی پکار بن کر

بہار کی بدنصیب راتیں بٹا رہی ہیں چلے بھی آؤ
کسی ستارے کا روپ لے کر کسی کے دل کا قرار بن کر

ضرورتِ راہ کے مطابق مسافروں نے بھی سیکھ لی ہے
وہ راہزنی مدتوں رہی ہے جو راہبروں کا شعار بن کر

تلاشِ منزل کے مرحلوں میں یہ حادثہ اک عجیب دیکھا
فریب راہوں میں بیٹھ جاتا ہے صورتِ اعتبار بن کر

غروبِ ہستی نے مار ڈالا وگرنہ ہم لوگ جی ہی لیتے

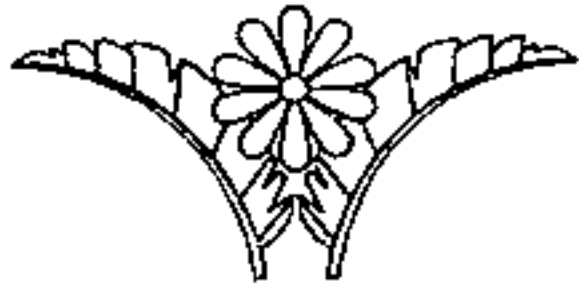
کسی کی آنکھوں کا نور ہو کر کسی کے دل کا قرار بن کر

دیارِ پیرِ مغاں میں آ کر یہ اک حقیقت کھلی ہے ساغر

خدا کی بستی کے رہنے والے تو لوٹ لیتے ہیں یار بن کر



راہ پر شور سے منزلِ دار سے
 ہم اُلجھتے رہے گیسوئے یار سے
 میرا ہر نقشِ پا خضر کی داستاں
 کوئی پوچھے مرے عزمِ بیدار سے
 ہو سکے آپ عنوانِ کوئی دیجئے
 داستاں بن گئی حرفِ اظہار سے
 یوں بھی ہوتا ہے شامِ وفا دوستو
 ٹوٹ جاتا ہے دل انکے اقرار سے
 چشمِ ساقی تری عمر ہو جاوداں
 پی گئے زہر بھی تیرے اصرار سے
 درویشِ ساغر نے تکیہ بنایا انہیں
 جتنے پتھر گرے ان کی دیوار سے



شرابِ ناب کے شیشے کا کاگ کھولا ہے
گرفتِ ساز سے ساقی نے راگ کھولا ہے

یہ کون بام پہ آیا ہے زلف لہرا کر
یہ کس نے بام پہ آ کر بھاگ کھولا ہے

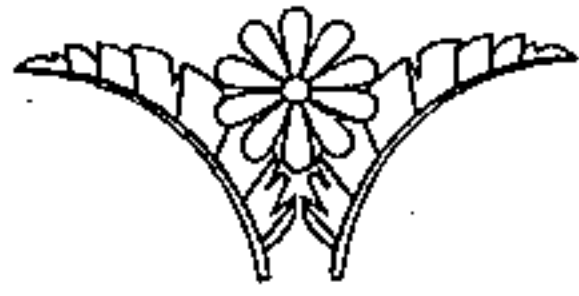
جہاں شعور کوئی مشورہ نہیں دیتا
وہاں حیات کے جوگی نے تیاگ کھولا ہے

نفسِ نفس میں ہے بے نام آرزو کی خلش
یہ زیت ہے کہ سپیرے نے ناگ کھولا ہے

جلا کے اپنے نشیمن کی تیلیاں ساغر
ہمیں نے گلشنِ ہستی کا بھاگ کھولا ہے



میرے چمن کو جہاں میں یہ سرفرازی ہے
 ہر ایک پھول نئی زندگی کا غازی ہے
 بہار میں بھی سلگتے رہے ہیں کاشانے
 کہ یہ بھی ایک طرح کی شہ طرازی ہے
 میں اس مقام پہ تجھ کو تلاش کرتا ہوں
 حقیقتوں کا تصرف جہاں مجازی ہے
 خدا کے نام پہ پہلا سب اٹھاتے ہیں
 مے کشوں میں یہی رسم پاکبازی ہے
 تمہاری زلف پریشاں کو دام کہہ دینا
 بڑا حسین طریق فغاں نوازی ہے
 روشِ روش پہ ہیں برق و شرر کے ہنگامے
 مجھے یقین ہے بہاروں کی کار سازی ہے
 لکھو! یہ عظمتِ ہستی کے باب میں ساغر
 کہ غزنوی کی جلالتِ غم ایازی ہے



مُسکراؤ! بہار کے دن ہیں
گلن کھلاؤ! بہار کے دن ہیں

دُخترانِ چمن کے قدموں پر
سُر جھکاؤ! بہار کے دن ہیں

مے نہیں ہے تو اشکِ غم ہی سہی
پی بھی جاؤ! بہار کے دن ہیں

تم گئے رونقِ بہار گئی
تم نہ جاؤ! بہار کے دن ہیں

ہاں! کوئی وارداتِ ساغر وئے
کچھ سناؤ! بہار کے دن ہیں



دُکھ درد کی سوغات ہے دُنیا تری کیا ہے
 اشکوں بھری برسات ہے دُنیا تری کیا ہے
 کچھ لوگ یہاں نورِ سحر ڈھونڈ رہے ہیں !
 تاریک سی اک رات ہے دُنیا تری کیا ہے
 تقدیر کے چہرے کی شکن دیکھ رہا ہوں
 آئینہٴ حالات ہے دُنیا تری کیا ہے
 پابندِ مشیت ہے تنفس بھی نظر بھی
 اک جذبہٴ لمحات ہے دُنیا تری کیا ہے
 مجروحِ تقدس ہے تقدس کی حقیقت
 زودادِ خرابات ہے دُنیا تری کیا ہے
 ساغر میں چھلکتے ہیں سموات کے اسرار
 ساقی کی کرامات ہے دُنیا تری کیا ہے



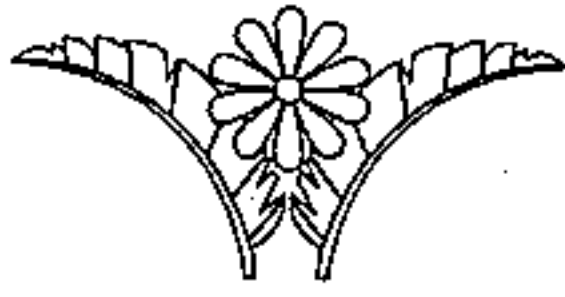
ہم خاک نشیں خاک بسر شہر میں تیرے
 کر لیں گے اسی طرح گزر شہر میں تیرے
 جب تک تیری گلیوں سے رہا ہم کو تعلق
 ہم رقص رہے شمس و قمر شہر میں تیرے
 کچھ لوگ تمناؤں کا خوں چہرے پہ مل کر
 بیٹھے ہیں سر راہ گذر شہر میں تیرے
 اُٹھتے رہے کلیوں کی جوانی کے جنازے
 جلتے رہے پھولوں کے نگر شہر میں تیرے
 چلتی ہے تقدس کے لبادوں میں حقارت
 بجتے ہیں حوادث کے گجر شہر میں تیرے
 ساغر کی نگاہوں میں کھٹکتے ہیں ابھی تک
 بجلائے ہوئے شام و سحر شہر میں تیرے



بزرگوں کی دُعا میں مل رہی ہیں
 محبت کو سزائیں مل رہی ہیں
 فروزاں ہیں تمہارے غم کے دیک
 بڑی روشن فضا میں مل رہی ہیں
 حسیں گیسو ہیں شانوں پر پریشاں
 گلے اُن سے گھٹائیں مل رہی ہیں
 شعورِ بزم تک جن کو نہیں ہے
 انہیں رنگیں ادا میں مل رہی ہیں
 ترا آئینہ ہوا میں اڑ رہا ہے
 ترانوں کو نوائیں مل رہی ہیں
 چلو بادہ کشوں میں تیرہ بختو
 ستاروں کو ضیائیں مل رہی ہیں
 وفاؤں کا صلہ ساغرِ وطن میں
 بہت ارزاں جفا میں مل رہی ہیں



پھول چاہے تھے مگر ہاتھ میں آئے پتھر
ہم نے آغوشِ محبت میں سُلّائے پتھر
وحشتِ دل کے تکلف کی ضرورت کے لیے
آج اُس شوخ نے زلفوں میں سجائے پتھر
اُن کے قدموں کے تلے چاند ستارے دیکھے
اپنی راہوں میں سلگتے ہوئے پائے پتھر
میں تری یاد کو یوں دل میں لیے پھرتا ہوں
جیسے فرہاد نے سینے سے لگائے پتھر
فکرِ ساغر کے خریدار نہ بھولیں گے کبھی
میں نے اشکوں کے گہر تھے جو بنائے پتھر



تڑپ کر سوزِ دل کو جلوہ ساماں کر لیا میں نے
 بہت بے نور تھی دُنیا چراغاں کر لیا میں نے
 خدا رکھے یہ طرزِ جور باقی تم نہ شرماؤ
 اب اپنی آرزوؤں کو پشیمیاں کر لیا میں نے
 اٹھا کر چوم لی ہیں چند مرجھائی ہوئی کلیاں
 نہ تم آئے تو یوں جشنِ بہاراں کر لیا میں نے
 کسی کے اک تبسم پر اساس زندگی رکھ لی
 شراروں کو نشمین کا نگہبان کر لیا میں نے
 ابھی تک بے کفن سی ہے مری وحشت کی غریانی
 یہ کس اُمید پر گھر کو بیاماں کر لیا میں نے
 کبھی ساغر بکف میں وجد میں آیا جو لہرا کر
 تو اپنے ساتھ دُنیا کو بھی رقصاں کر لیا میں نے



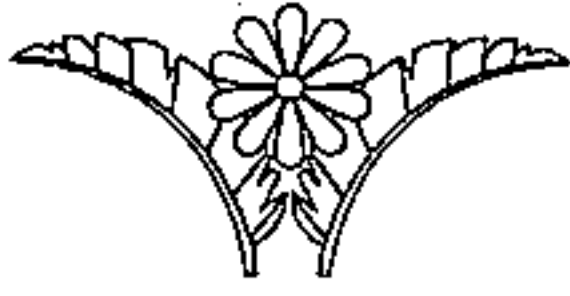
زندگی رقص میں ہے جھومتی ناگن کی طرح
دل کے ارمان ہیں بجتی ہوئی جھانجن کی طرح
زُلف رُخسار پہ بل کھائی ہوئی کیا کہنا
اک گھٹا چھائی ہوئی چیت میں ساون کی طرح
بحر اُمید میں جب کوئی سہارا نہ ملا
میں نے ہر موج کو دیکھا ترے دامن کی طرح
جس طرف دیکھے ٹوٹے ہوئے پیمانے ہیں
اب تو نعمات بھی ہیں نالہ وشیون کی طرح
بارہا گردشِ تقدیر کا عالم دیکھا
گیسوائے یار کی بے نام سی الجھن کی طرح
انقلاباتِ بہاراں میں قفس بھی ساغر
میں نے جلتے ہوئے دیکھا ہے نشمین کی طرح



ہر تمنا کا چہرہ شفق فام تھا
 وقت کے ہاتھ میں امن کا جام تھا
 زندگی کی صراحی میں تھے قہقہے
 ہر ستارہ یہاں میرا ہم کام تھا
 موسم گل میں نغمات جلتے رہے
 غنچہ غنچہ لیے درد کا جام تھا
 میری آنکھیں سرورِ تمنا لیے
 تیری زلفوں میں بھی کیفِ ابرام تھا
 یہ بھی دیکھا گلستاں کے آئین میں
 صید کا زخم صیاد کا دام تھا
 فکرِ ساغر سے زندہ رہی زندگی
 کس قدر سرد احساس کا لام تھا



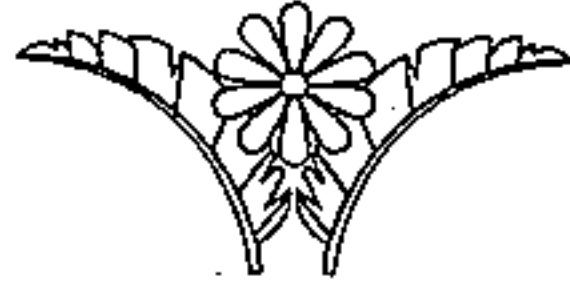
ایسی تجلیاں کہاں ہیں آفتاب میں
انوارِ خاص ہیں مرے جامِ شراب میں
یزداں نے مُسکرا کے بڑی دیر میں لکھا
اک لفظ آرزو مرے دل کی کتاب میں
اب ذوقِ دید میں ہے شعورِ حیات نو
جلووں کو احتیاط سے رکھو کتاب میں
محبوب تیرے حُسن سے غنچوں کی آبرو
خوشبوِ ترے بدن کی بسی ہے گلاب میں
ہے باغباں کی ترچھی نظر اتنی بات پر
شعلوں کا ذکر آ گیا شبنم کے باب میں
ساغر کسی کی یاد میں جب اشکبار تھے
کتنے حسین دن تھے جہانِ خراب میں



خاک ہوئے پروانے جل کے
رہ گئی محفل رنگ بدن کے
تم کیا جانو! ساحل والو!
دوب گئی کیوں ناؤ سنبھل کے
اُن کی ادائیں اُن کی شوخی
جیسے مَرَضِعِ شِعْرِ غزل کے
بیت گیا پھر شام کا وعدہ
پھیل گئے مانوس دُھند لکے
صحنِ چمن میں ساغر کس نے
پھینک دیئے ہیں پھولِ مَسَل کے



ہم بے خود و سرشارِ سدا زندہ رہیں گے
 حالات کے میخوارِ سدا زندہ رہیں گے
 کچھ واقفِ آدابِ محبت نہیں مرتے
 کچھ صاحبِ اسرارِ سدا زندہ رہیں گے
 ہے میرا جنوںِ عظمتِ دوراں کی کہانی
 عظمت کے طلب گارِ سدا زندہ رہیں گے
 نسبت ہے جہاں میں غمِ انسان سے جن کو
 وہ دیدہ بیدارِ سدا زندہ رہیں گے
 شعلوں میں مہکتے ہوئے غنچے بھی ہیں ساغر
 ظلمات میں انوارِ سدا زندہ رہیں گے



گلن ہوئی شمعِ شبستاں چاند تارے سو گئے
موت کے پہلو میں شامِ غم کے مارے سو گئے

بے قراری میں بھی اکثر دردِ مندانِ جنوں
اے فریبِ آرزو تیرے سہارے سو گئے

کاروبارِ گرمی دُوراں کی ٹھنڈی راہ ہیں
اے شگوفوں کے خداوند! شرارے سو گئے

دے رہی ہے آج بھی موجِ حوادثِ لوریاں
شورشِ طوفاں سے گھبرا کے کنارے سو گئے

جن سے نغمے تھے وفاؤں کے سراپا زندگی
وہ محبت کی تلاوت کے اشارے سو گئے

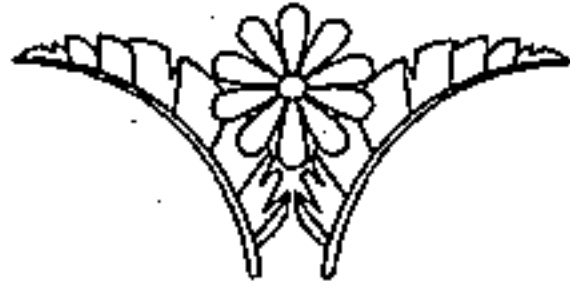
کیا نہیں معلوم تجھ کو اے مرے مغموم دل
جن سے نظریں تھیں شگفتہ وہ نظارے سو گئے

جن کے دم سے بزمِ ساغر تھی حریفِ کہکشاں
اے شبِ ہجراں کہاں وہ ماہِ پارے سو گئے



کس کو بھاتی رہی رات بھر چاندنی
جی جلاتی رہی رات بھر چاندنی

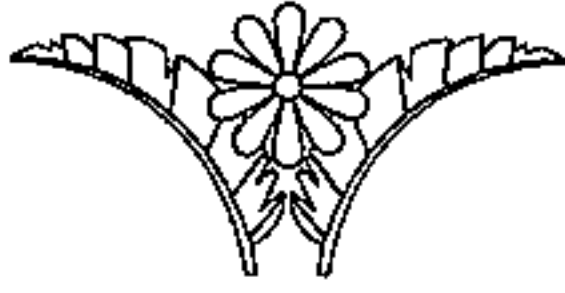
ٹمٹماتے رہے خسروں کے دیئے
مُسکراتی رہی رات بھر چاندنی
اک حسیں جسم کی طرح آغوش میں
کسماتی رہی رات بھر چاندنی
اشک پیتے رہے ہم کسی اور کے
مے پلاتی رہی رات بھر چاندنی
ایک شبنم کے قطرے کی تقدیر کو
آزماتی رہی رات بھر چاندنی
صبح دیکھا شگوفے تھے ٹوٹے ہوئے
گل کھلاتی رہی رات بھر چاندنی
اُن کی زلفوں کے سائے بہکتے رہے
لڑکھاتی رہی رات بھر چاندنی
غم کے ساغر چھلکتے چھلکتے رہے
جھمگاتی رہی رات بھر چاندنی



شمع جلی پروانے جاگے
نقش اُبھرے افسانے جاگے
غم جاگا غم خانے جاگے
خوابوں کے ویرانے جاگے
سُن کے مری رُودادِ محبت
اپنے اور بیگانے جاگے
بستی بستی شور مچا ہے
شاید پھر دیوانے جاگے
ساغر جھلکے کرنیں پھوٹیں!
وہ دیکھو! مے خانے جاگے



ان بہاروں پہ گلستاں پہ ہنسی آتی ہے
 دل کے ہر داغِ فروزاں پہ ہنسی آتی ہے
 آج پھر جامِ تہی اور گھٹا اٹھی ہے
 آج پھر رحمتِ یزداں پہ ہنسی آتی ہے
 آپ کی زلفِ پریشاں کے تصور میں ہمیں
 بارہا گردشِ دوراں پہ ہنسی آتی ہے
 میری بھیگی ہوئی پلکوں کی چھما چھم پہ نہ جا
 تیرے ٹوٹے ہوئے پیماں پہ ہنسی آتی ہے
 جب کبھی ہنچھڑا ہوا دوست ملا ہے کوئی
 مجھ کو اخلاصِ عزیزاں پہ ہنسی آتی ہے
 مجھ کو اک زہر کا پھلکا ہوا ساغر دے دو
 مجھ کو اس دور کے انساں پہ ہنسی آتی ہے



دھڑکنیں زندگی کے دامن میں
گیت ہیں ہنسی کے دامن میں
کچھ خطائیں اگر اجازت ہو
ڈال دیں بندگی کے دامن میں
آج تم کو پکار کر کوئی
سو گیا چاندنی کے دامن میں
میرے اشعار کے توانی ہیں
جتنے غم ہیں خوشی کے دامن میں
کچھ شکوے بہار سے پہلے
گر گئے بے خودی کے دامن میں
یاد آئی بہار کی ساغر
پھول دیکھے کسی کے دامن میں



جذبہ سوز طلب کو بکراں کرتے چلو
 کوہ کو روشن چراغ کارواں کرتے چلو
 چشمِ ساقی پر تبسم، میکدہ بہکا ہوا
 آؤ قسمت کو حریفِ کہکشاں کرتے چلو
 چھین لاؤ آسماں سے مہر و مہ کی عظمتیں
 اور ٹوٹے جھونپڑوں کو صوفشاں کرتے چلو
 زندگی کو لوگ کہتے ہیں برائے بندگی
 زندگی گٹ جائے گی ذکرِ بٹاں کرتے چلو
 جن سے زندہ ہو یقین و آگہی کی آبرو
 عشق کی راہوں میں کچھ ایسے گماں کرتے چلو
 ہر نفس اے جینے والو! شغلِ پیانہ رہے
 بے خودی کو زندگی کا پاسباں کرتے چلو
 چھیڑ کر ساغر کسی کے گیسوؤں کی داستاں
 ان شگوفوں کو ذرا شعلہ زباں کرتے چلو



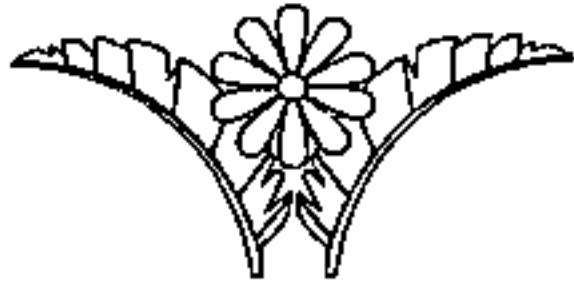
ہنس نہیں سکتے شگوفے تازگی سے رُوٹھ کر
 ہم زمانے میں جیسے ہیں زندگی سے رُوٹھ کر
 زُلفِ جاناں سے ملی فکر و نظر کی چاندنی
 ظلمتیں ہم نے نکھاریں روشنی سے رُوٹھ کر
 خود منانے کے لیے آئے مجھے دیر و حرم
 سجدۂ الہام پایا بندگی سے رُوٹھ کر
 غم سے رونق ہو گئی کاشانہ تقدیر میں
 مطمئن ہے دل کی دنیا ہر خوشی سے رُوٹھ کر
 ایک دن ساقی یہی ٹوٹے ہوئے جام و سیو
 نئے کدے ترتیب دیں گے تشنگی سے رُوٹھ کر
 سوچتے ہیں خسرتوں کے موڑ پر شام و سحر
 جائیں گے ساغر کہاں ان کی گلی سے رُوٹھ کر



نگاروں کے میلے ستاروں کے جُھر مٹ
 بہت دل نشیں ہیں بہاروں کے جُھر مٹ
 جواں ہیں اگر وُلولوں کے طلاطم
 تو مَوجوں میں بھی ہیں کناروں کے جُھر مٹ
 میرے چار بتکوں کی تقدیر دیکھو
 چمن در چمن ہیں شراروں کے جُھر مٹ
 ترے گیسوؤں سے جنم پا رہے ہیں
 گلستاں گلستاں نظاروں کے جُھر مٹ
 چھلکتا رہا ہے مرا جامِ زریں
 مہکتے رہے ہیں چناروں کے جُھر مٹ
 جہاں جل گئی شمعِ بزمِ تمنا
 وہیں مل گئے جاں نثاروں کے جُھر مٹ
 تجھے یاد رکھیں گی ساغر بہاریں
 ترے شعر ہیں گلغزاروں کے جُھر مٹ



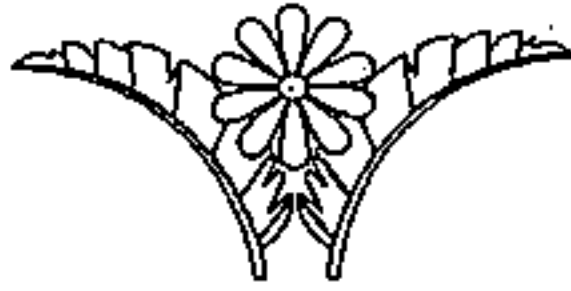
غم کی تصویر غزل کے اشعار
 خوں کی تحریر غزل کے اشعار
 داغ کہتے ہیں محبت کے جنہیں
 ان کی تنویر غزل کے اشعار
 ان سے تدبیر کی شمعیں روشن
 سوزِ تقدیر غزل کے اشعار
 ان میں پیکاں ہیں تری آنکھوں کے
 دارو شمشیر غزل کے اشعار
 گیسوئے وقت کو سلجھاتے ہیں
 دردِ شبیر غزل کے اشعار
 نالہ و شیون و فریاد کی لے
 رقصِ زنجیر غزل کے اشعار
 اے غم یار تصورِ تیرا
 تیری توقیر غزل کے اشعار
 گل جو کھلتے ہیں خزاں میں ساغر
 ان کی تفسیر غزل کے اشعار



جامِ حالات پر بہار کرو
بزمِ ہستی کو تابدار کرو
آفتابِ شعور سے یارو
ذرّہ ذرّہ کرنِ شعار کرو
جن سے رُسوائیاں ہوں گلشن کی
ان شگوفوں کو سنگسار کرو
میں وفا میں تلاش کرتا ہوں
تم جفا میں ذرا شمار کرو
ذوقِ منصور عام ہے ساغر
اہتمامِ صلیب و دار کرو



وقارِ انجمن ہم سے فروغِ انجمن ہم ہیں
 سکوتِ شب سے پوچھو صبح کی پہلی کرن ہم ہیں
 ہمیں سے گلستاں کی بجلیوں کو خاص نسبت ہے
 بہاریں جانتی ہیں رونقِ صحنِ چمن ہم ہیں
 زمانے کو نہ دے الزام اے ناواقف منزل
 زمانے کی نظر ہم ہیں زمانے کا چلن ہم ہیں
 قریب و دور کی باتیں نظر کا وہم ہیں پیارے
 یقین رہنما ہم سے فنونِ راہزن ہم ہیں
 طلوعِ آفتابِ نو ہمارے نام پر ہو گا
 وہ جن کی خاک کے ذرے ہیں خورشیدِ وطن ہم ہیں
 بہر صورت ہماری ذات سے ہیں سلسلے سارے
 جنوں کی سادگی ہم ہیں خرد کا بانگین ہم ہیں
 ہمارے ہاتھ میں ہے ساغرِ فردا ادھر دیکھو!
 ادھر دیکھو حریفِ گردشِ چرخ کہن ہم ہیں



خطا وارِ مروت ہو نہ مرہونِ کرم ہو جا
 مسرت سرٹھکائے گی پرستارِ الم ہو جا
 انہی بے ربط خوابوں سے کوئی تعبیر نکلے گی
 انہی اُبھی ہوئی راہوں پہ میرا ہمقدم ہو جا
 کسی زردار سے جنسِ تبسم مانگنے والے
 کسی بیکس کے لاشے پر شریکِ چشمِ نم ہو جا
 کسی دن ان اندھیروں میں چراغاں ہو ہی جائیگا
 جلا کر داغِ دل کوئی ضیائے شامِ غم ہو جا
 تجھے سلجھائے گا اب انقلابِ وقت کا شانہ
 تقاضائے جنوں ہے گیسوئے دُوراں کا خم ہو جا
 تجتس مرکزِ تقدیر کا قائل نہیں ہوتا
 شعورِ بندگی ! بیگانہ دیر و حرم ہو جا
 یہ منزل اور گردِ کارواں ساغر کہاں اپنے
 سمٹ کر رہ گزارِ وقت پر نقشِ قدم ہو جا



فضا مغموم ہے ساقی ! اٹھا چھلکائیں پیانہ
اندھیرا بڑھ چلا ہے لاؤرا قندیل میخانہ

بہ فیضِ زندگی گزرے ہیں ایسے مرحلوں سے ہم
کہ اپنے راستے میں اب نہ بستی ہے نہ ویرانہ

بس اتنی بات پر دشمن بنی ہے گردشِ دوراں
خطا یہ ہے کہ چھیڑا کیوں تیری زلفوں کا افسانہ

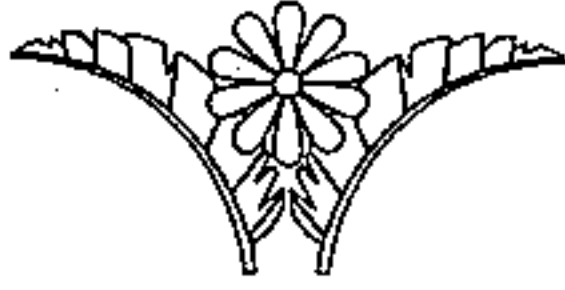
چراغِ زندگی کو ایک جھونکے کی ضرورت ہے
تمہیں میری قسم ہے پھر ذرا دامن کو لہرانا

دلوں کو شوق سے روندو خرامِ ناز فرماؤ
اگر محشر ہوا تو پھر مجھے مجرم نہ ٹھہرانا

تری محفل میں ساغر سا بھی کوئی اجنبی ہو گا
یہ ظالم ایک مدت سے نہ اپنا ہے نہ بیگانہ



اس درجہ عشق موجبِ رسوائی بن گیا
میں آپ اپنے گھر کا تماشا بن گیا
دیر و حرم کی راہ سے دل بچ گیا مگر
تیری گلی کے موڑ پہ سودائی بن گیا
بزمِ وفا میں آپ سے اک پل کا سامنا
یاد آ گیا تو عہدِ شناسائی بن گیا
بے ساختہ بکھر گئی جلووں کی کائنات
آئینہ ٹوٹ کر تیری انگڑائی بن گیا
دیکھی جو رقص کرتی ہوئی موجِ زندگی
میرا خیال وقت کی شہنائی بن گیا



ایک وعدہ ہے کسی کا جو وفا ہوتا نہیں
 ورنہ ان تاروں بھری راتوں میں کیا ہوتا نہیں
 جی میں آتا ہے الٹ دیں اُنکے چہرے سے نقاب
 حوصلہ کرتے ہیں لیکن حوصلہ ہوتا نہیں
 شمع جس کی آبرو پر جان دے دے جھوم کر
 وہ پتنگا جل تو جاتا ہے فنا ہوتا نہیں
 اب تو مدت سے رہ و رسم نظارہ بند ہے
 اب تو اُن کا طور پر بھی سامنا ہوتا نہیں
 ہر شناور کو نہیں ملتا تلاطم سے خراج
 ہر سفینے کا محافظ ناخدا ہوتا نہیں
 ہر بھکاری پا نہیں سکتا مقامِ خواجگی
 ہر کس و ناکس کو تیرا غم عطا ہوتا نہیں
 ہائے یہ بیگانگی اپنی نہیں مجھ کو خبر
 ہائے یہ عالم کہ تو دل سے جدا ہوتا نہیں
 بار بار دیکھا ہے ساغر رہگذارِ عشق میں
 کارواں کے ساتھ اکثر رہنما ہوتا نہیں



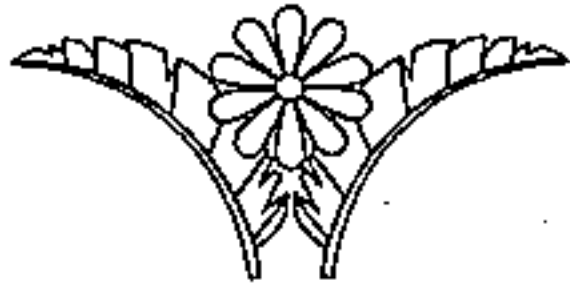
ساقی کی اک نگاہ کے افسانے بن گئے
کچھ پھول ٹوٹ کر مرے پیمانے بن گئے

کالی جہاں تصویرِ جانناں میں ایک شب
کہتے ہیں لوگ اس جگہ بُت خانے بن گئے

جن پہ نہ سائے زلفِ غزالاں کے پڑ سکے
احساس کی نگاہ میں دیرانے بن گئے

جو پی سکے نہ سُرخ لبوں کی تجلیاں
دنیا کے تجربات سے انجانے بن گئے

ساغر وہی مقام ہے اک منزلِ فراز
اپنے بھی جس مقام پر بیگانے بن گئے



جھوم کے گاؤ! میں شرابی ہوں
رقص فرماؤ! میں شرابی ہوں

ایک سجدہ! بنام میخانہ
دوستو آؤ! میں شرابی ہوں

لوگ کہتے ہیں رات بیت چکی
مجھ کو سمجھاؤ! میں شرابی ہوں

آج ان ریشمی گھٹاؤں کو
یوں نہ بکھراؤ! میں شرابی ہوں

حادثے روز ہوتے رہتے ہیں
بھول بھی جاؤ! میں شرابی ہوں

مجھ پہ ظاہر ہے آپ کا باطن
منہ نہ کھلواؤ! میں شرابی ہوں



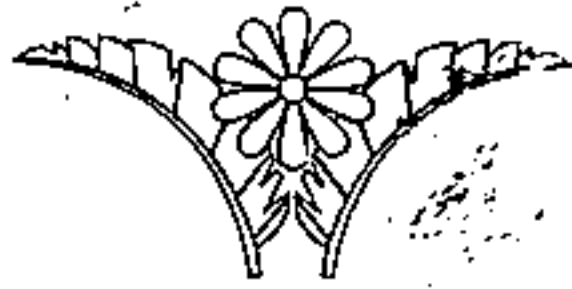
نہ شانِ قیصر و کسریٰ نہ سطوتِ گئے لا
غمِ بشر جسے کہیے کہیں سے وہ غمے لا

خمارِ لالہ و گل ہے نہ کیفِ رقصِ صبا
بہار میں بھی رہا دامنِ چمن پھیلا

جسے تصویرِ انساں کشید کرتا ہے
شعورِ ڈوب کے نکلے نہ جس میں وہ مئے لا

وہ جس کے پاس ہو زخمِ حیات کا مرہم
کہیں سے ڈھونڈ کوئی ایسا چارہ گرہے لا

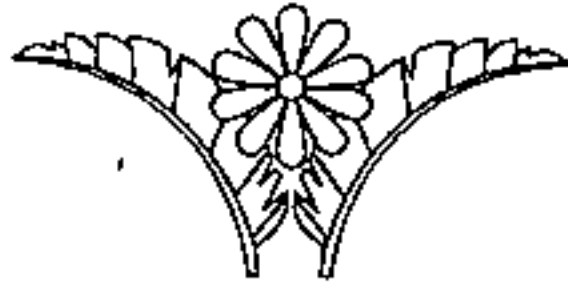
درِ سخاوتِ احساس بند ہے ساغر
شکستِ کا سہہ مجنوں نہ اب سگِ لیلیٰ



اشکِ رواں نہیں ہیں ندامت کے پھول ہیں
 روٹھے ہوئے بہار سے رحمت کے پھول ہیں
 ہیں داغہائے دل کی شاہت لیے ہوئے
 شاید یہی وہ باغِ محبت کے پھول ہیں
 ڈسنے لگی ہیں شاخِ تمنا کی کوئلیں
 رسوائیوں کے خارِ معیشت کے پھول ہیں
 رقصاں ہیں رنگِ رنگِ خیابانِ زندگی
 پنہاں کہانیوں میں حقیقت کے پھول ہیں
 دیوانگانِ کاکلِ ساقی سے مانگیئے
 وحشت کی وادیوں میں فراست کے پھول ہیں
 ایوانِ گلِ فشاں کے مکیںو! ذرا سنو!
 ان جھونپڑوں میں بھی کہیں فطرت کے پھول ہیں
 کہتے ہوئے سُنے ہیں سخنِ آشنائے وقت
 ساغر کے شعرِ بزمِ لطافت کے پھول ہیں



چوٹ کھا کر خود شناس و خود نگر ہو جائیے
 کیوں کسی کے عشق میں شوریدہ سر ہو جائیے
 اپنے دل کے داغ بھی لودے اٹھیں تو کم نہیں
 اپنی منزل کے لیے خود راہبر ہو جائیے
 چھوڑ دیجئے عظمتِ یزداں کی جھوٹی داستاں
 آج انساں کی نظر میں معتبر ہو جائیے
 آج بھی دو چار قطرے پی کے میرے جام کے
 اہل دل، اہل وفا، اہل نظر ہو جائیے
 صرف طوفاں میں یہی نہننے کی اک تدبیر ہے
 جس طرف موجیں اُٹھتی ہوں ادھر ہو جائیے
 پھر ذرا چھلکائیے ساغر مئے دیدار کے
 پھر نقابِ رُخ الٹ کر جلوہ گر ہو جائیے



بدنامی حیات سے رنجور ہو گئے
اے یار! تیری بات سے رنجور ہو گئے
یزداں کے حادثات پہ ہم نے کیا یقیں
اپنی شکستِ ذات سے رنجور ہو گئے
مُر جھا کے رہ گئی غمِ دشنام کی بہار
فصلِ تکلفات سے رنجور ہو گئے
ہر رگِ پور پہ پور ہیں انسانیت کے پاؤں
شبشے کی کائنات سے رنجور ہو گئے
اپنوں نے زندگی میں ہراساں کیا مجھے
غیروں کے التفات سے رنجور ہو گئے
ساغر سکون دے گئی دل کی کسک ہمیں
اکثر خوشی کی بات سے رنجور ہو گئے



قید تصورات میں مدت گزر گئی !
ساقی غم حیات میں مدت گزر گئی

مجھ کو شکستِ جام کے نغموں سے واسطہ
میخانہ ثبات میں مدت گزر گئی

کچھ بھی نہیں ہے گیوئے خمدار کے سوا
تفسیر کائنات میں مدت گزر گئی

پابندِ حرف دارورسن داستانِ عشق
عرض گزارِ شات میں مدت گزر گئی

روٹھے تو اور بن گئے تصویر التفات
کیفِ نوازشات میں مدت گزر گئی

ہر حادثہ حیات کی روداد بن گیا
دنیاۓ حادثات میں مدت گزر گئی

ساغر کہاں مجال کہ نکھیں ملائیں ہم
رُسوائیاں ہیں گھات میں مدت گزر گئی



جام پی کر جو دُور تک دیکھا
چشمِ ہستی نے طور تک دیکھا

یہ شرف آئینے کو حاصل ہے
آئینے نے حضور تک دیکھا

چشمِ دیوانہ وار جس کو ملی
اس نے حدِ شعور تک دیکھا

اُن کی زلفوں کا رنگ پایا ہے
جب بھی تخلیق نور تک دیکھا

عجز کی روشنی میں اے ساغر
ہم نے بامِ غرور تک دیکھا



نہ کشتیوں نہ کناروں کا احترام کرو
فقط بھنور کے اشاروں کا احترام کرو

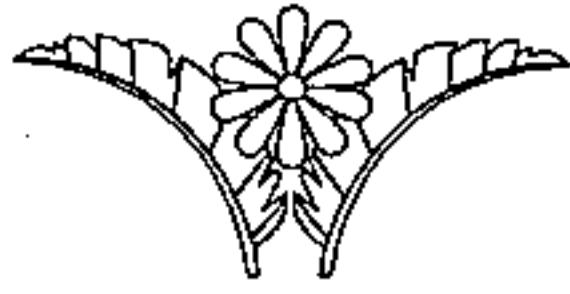
یہیں سے گزرے گا اک روز کاروانِ بہار
فسردہ رہ گزاروں کا احترام کرو

جو ہو سکے تو بدل دو نوشیہٴ تقدیر
نہ ہو سکے تو ستاروں کا احترام کرو

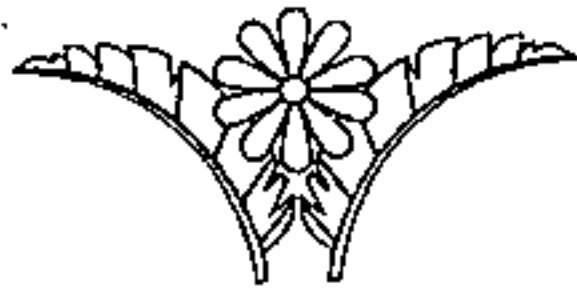
خزاں کی گود میں بھی پھول مسکرا اٹھیں
کچھ اس طرح سے بہاروں کا احترام کرو

نشاط و کیف کی دُنیا میں جھومنے والو
کبھی تو اُجڑے دیاروں کا احترام کرو

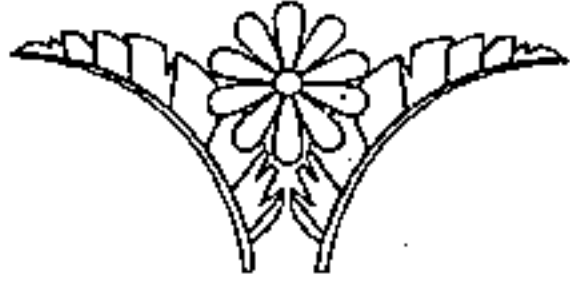
یہی ہے ذوقِ عبادت کی ایتھا ساغر
غمِ حیات کے ماروں کا احترام کرو



موج در موج کناروں کو سزا ملتی ہے
 کوئی ڈوبے تو سہاروں کو سزا ملتی ہے
 میکدے سے جو نکلتا ہے کوئی بے نشہ
 چشمِ ساقی کے اشاروں کو سزا ملتی ہے
 آپ کی زلفِ پریشاں کا تصور توبہ
 نکلت و نور کے دھاروں کو سزا ملتی ہے
 جب وہ دانتوں میں دباتے ہیں گلابی آنچل
 کتنے پرگیف نظاروں کو سزا ملتی ہے
 میرے پیانے میں ڈھل جاتا ہے پھولوں کا شباب
 میرے ساغر میں بہاروں کو سزا ملتی ہے



ایک مدت ہوئی اک زمانہ ہوا
 خاکِ گلشن میں جب آشیانہ ہوا
 زلفِ برہم سے جب سے شناسائی ہے
 زندگی کا چلن بحرمانہ ہوا
 پھول جلتے رہے چاند ہستا رہا
 آرزو کا مکمل فسانہ ہوا
 داغِ دل کے شہنشاہ کے سکے نہیں
 دل کا مفلس کدہ جب خزانہ ہوا
 راہرو نے پلٹ کر نہ دیکھا کبھی
 راہرو راستے کا نشانہ ہوا
 ہم جہاں بھی گئے ذوقِ سجدہ لیے
 ہر جگہ آپ کا آستانہ ہوا
 دیکھ مضراب سے خوں ٹپکنے لگا
 ساز کا تار مرگِ ترانہ ہوا
 پہلے ہوتی تھی خوئے وفا پروری
 اب تو ساغر یہ قصہ پرانا ہوا



بن گئے اشکِ جفا کی تصویر
کھینچ گئی آج صدا کی تصویر

احتیاطِ دلِ عاشقِ لازم
ٹوٹ جاتی ہے وفا کی تصویر

فصلِ گل اور چمکتے غنچے
تیری مخمورِ ادا کی تصویر

پھر بجا نالہ و شیون کا سرور
رقص کرتی ہے صبا کی تصویر

جگمگاتی ہے غمِ ہستی کے
رنگ و روغن سے قضا کی تصویر

بول اٹھی تری لے میں ساغر
آسمانوں پہ دُعا کی تصویر



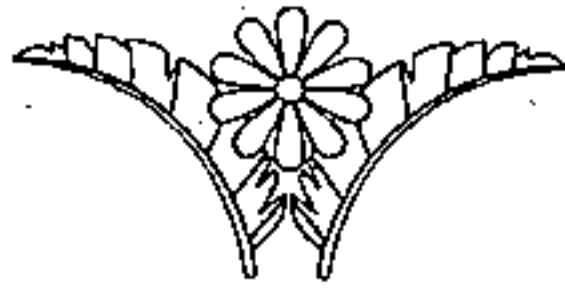
وجزن وقت کے دریا میں نوائے درویش
ہدیہ چاک صدف دستِ دُعائے درویش

جب کبھی راستہ حالات کا دُھند لایا ہے
کام آئی ہے زمانے میں ضیائے درویش

ہر شکوے کو چٹکنے کی اجازت دیجئے
نغمہ صبح بہاراں ہے صلائے درویش

آج اسرارِ شہنشاہی ہیں دیوانوں میں
آج بیدار ہے ذہنوں میں وفائے درویش

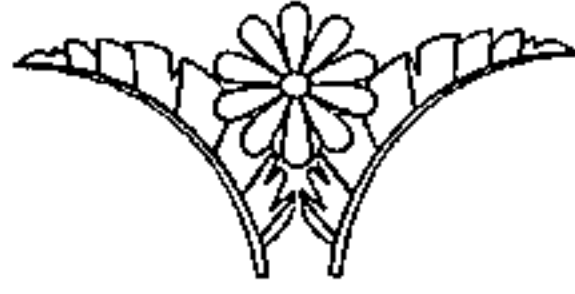
ایک ہی چیز کے دو نام ہیں ساغر کیلئے
غیرت قوم و وطن اور ردائے درویش



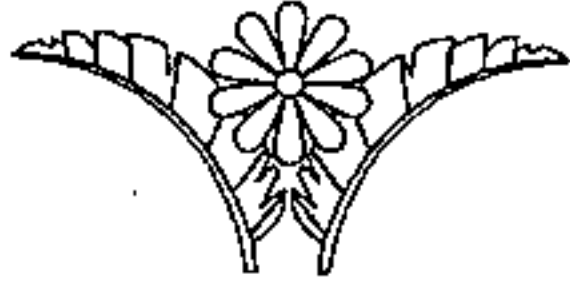
شام خزاں کی گم صُم بولی جیون لمحے زہر کی گولی
 میرے آنسو اور ستارے کھیل رہے ہیں آنکھ مچولی
 دو مٹھولوں کی خاطر ترسیں آج بہاروں کے ہم جولی
 چاند کا سایہ چھت سے اُترا ہسائے نے کھڑکی کھولی
 توڑ دیا دم دیوانوں نے عمر جٹوں کی پوری ہوئی
 مٹھول بھی ہے وہ کانٹا بھی ہے مَن میلا ہے صورت بھولی
 لمبی ہے تقدیر کی ڈوری کس نے مانی کس نے تولی
 اپنی دنیا رین بسیرا اپنی دولت خالی جھولی
 جسم کا زنداں روزن روزن جب بھی چاہا سوئی چھولی
 میرے شعروں کا مجموعہ مست خراموں کی اک ٹولی
 خاک درمیخانہ ہم نے ساقی پیانوں میں گھولی
 پتے بھی اشجار کے نغمے سائے ہیں دیوار کی بولی

چھینٹ غم عصیاں کی ساغر

ہم نے شرابِ ناب میں دھولی



لا اکِ ثَمِ شرابِ کہ موسمِ خرابِ ہے
 کر کوئی انقلابِ کہ موسمِ خرابِ ہے
 زلفوں کو بے خودی کی ردا میں لپیٹ دے
 ساقی پئے شبابِ کہ موسمِ خرابِ ہے
 جامِ وسیو کے ہوش ٹھکانے نہیں رہے
 مطرب اٹھا ربابِ کہ موسمِ خرابِ ہے
 غنچوں کو اعتبارِ طلوعِ چمن نہیں
 رخ سے الٹ نقابِ کہ موسمِ خرابِ ہے
 اے جاں ! کوئی تہسمِ رنگیں کی واردات
 پھیکا ہے ماہتابِ کہ موسمِ خرابِ ہے



میرے تصورات ہیں تحریریں عشق کی
زندانی خیال ہوں زنجیریں عشق کی
تعبیرِ حسن ہے دلِ مجروح کا لہو
چھینٹے پڑے تو بن گئیں تصویریں عشق کی

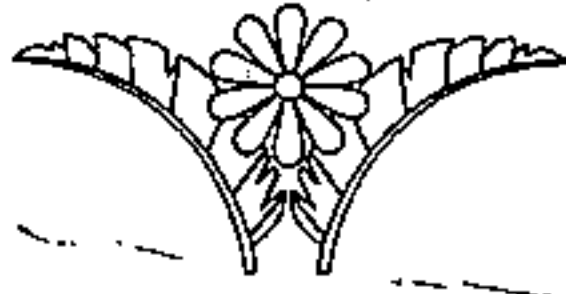
داغِ فراق، زخمِ وفا، اشکِ خوں فشاں
روزِ ازل سے ہیں یہی جاگیریں عشق کی

شامِ خزاں کو صبحِ بہاراں بنا دیا
ترتیبِ زیست بن گئیں تعزیریں عشق کی

ساغرِ جہانِ شوق میں دیکھی ہے جاوداں
اہلِ نظر کے سامنے تفسیریں عشق کی



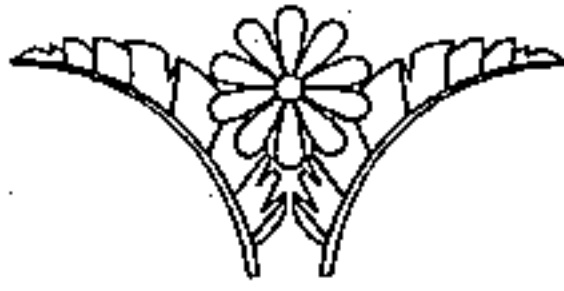
نہ جانے محتسب کیوں میکدے کا نام دیتے ہیں
جہاں کچھ آدمی کرتے ہیں اپنے درد کا چارا
ترے گیسو خیالوں کی گرفتِ ناز سے گزرے
کہ جیسے ایک جوگی بن میں لہراتا ہے دو تارا
پلٹ آئے ہیں شاید انقلابِ دید کے لمحے
نظر کی وسعتوں میں ڈوبتا جاتا ہے نظارا
فقط اک ہاتھ میں ٹوٹا ہوا ساغر اٹھانے سے
لرز اٹھا ہے اے یزداں! تری عظمت کا مینارا



ہر مرحلہ شوق سے لہرا کے گزُر جا
 آثارِ تلاطم ہوں تو بل کھا کے گزُر جا
 بہکی ہوئی مخمور گھٹاؤں کی صدا سُن
 فردوس کی تدبیر کو بہلا کے گزُر جا
 مایوس ہیں احساس سے اُبھی ہوئی راہیں
 پائلِ دل مجبور کی چھٹکا کے گزُر جا
 یزدان و اہر من کی حکایات کے بدلے
 انساں کی روایات کو دُہرا کے گزُر جا
 کہتی ہیں تجھے میکدہ وقت کی راہیں
 بگڑی ہوئی تقدیر کو سلجھا کے گزُر جا
 بجھتی ہی نہیں تشنگی دل کسی صورت
 اے ابرِ کرم آگ ہی برسا کے گزُر جا
 کانٹے جو لگیں ہاتھ تو کچھ غم نہیں ساغر
 کلیوں کو ہر اک گام پہ بکھرا کے گزُر جا



حادثے کیا کیا تمہاری بے رخی سے ہو گئے
 ساری دُنیا کے لیے ہم اجنبی سے ہو گئے
 کچھ تمہارے گیسوؤں کی برہمی نے کر دیے
 کچھ اندھیرے میرے گھر میں روشنی سے ہو گئے
 بندہ پرور! گھل گیا ہے آستانوں کا بھرم
 آشنا کچھ لوگ رازِ بندگی سے ہو گئے
 گردشِ دُوراں، زمانے کی نظر آنکھوں کی نیند
 کتنے دشمن ایک رسمِ دوستی سے ہو گئے
 زندگی آگاہ تھی صیاد کی تدبیر سے
 ہم اسیرِ دامِ گلِ اپنی خوشی سے ہو گئے
 اب کہاں اے دوستِ چشمِ منتظر کی آبرو
 اب تو ان کے عہد و پیاں ہر کسی سے ہو گئے
 ہر قدم ساغرِ نظر آنے لگی ہیں منزلیں
 مَرَحَلے کچھ طے مری آوارگی سے ہو گئے



چاندنی کو رسول کہتا ہوں
بات کو با اصول کہتا ہوں
جگمگاتے ہوئے ستاروں کو
تیرے پاؤں کی دھول کہتا ہوں
جو مَحْن کی حیات کو ڈس لے
اُس کلی کو بھول کہتا ہوں
اتفاقاً تمہارے ملنے کو
زندگی کا حُصول کہتا ہوں
آپ کی سانولی سی مورت کو
ذوقِ یزداں کی بھول کہتا ہوں
جب میسر ہوں ساغر و مینا
برق پاروں کو مَحْضول کہتا ہوں



قرب دار کٹا دن تو رات کانٹوں پر
گزار دی ہے کسی نے حیات کانٹوں پر
تغیرات سے افزوں ہے ارتقاء کا مزاج
بلا ہے گل کو چمن میں ثبات کانٹوں پر
بلا سے دامن ہستی جو تار تار ہوا
برے جھوں نے لگائی ہے گھات کانٹوں پر
چٹک رہے ہیں شکوے تمہاری یادوں کے
سچی ہے شبنم و گل کی برات کانٹوں پر
یہ اور بات ہے پھولوں کا ذکر تھا ساغر
کہ اتفاق سے پہنچی ہے بات کانٹوں پر



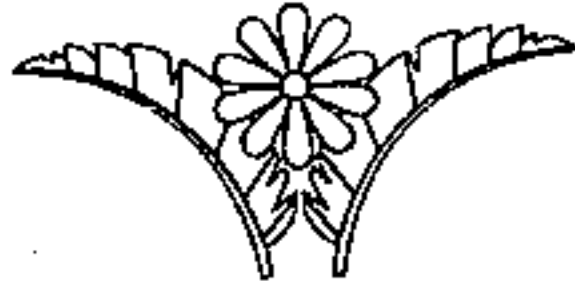
اے چمن والو! متاعِ رنگ و بو جلنے لگی
 ہر روش پر نکلتوں کی آبرو جلنے لگی
 پھر لغاتِ زندگی کو دو کوئی حرفِ جُوں
 اے خردمندو! ادائے گفتگو جلنے لگی
 قصرِ آدابِ محبت میں چراغاں ہو گیا
 ایک شمعِ نو درائے ماو تو جلنے لگی
 ہر طرف لٹنے لگی ہیں جگمگاتی عصمتیں
 عظمتِ انسانیت پھر چار سو جلنے لگی
 دے کوئی چھینٹا شرابِ ارغواں کا سا قیا
 پھر گھٹا اٹھی تمنائے سبُو جلنے لگی
 اک ستارہ ٹوٹ کر معبودِ ظلمت بن گیا
 اک تجلی آئینے کے زور و جلنے لگی
 دیکھنا ساغرِ خرامِ یار کی نیرنگیاں
 آج پھولوں میں بھی پروانوں کی ٹو جلنے لگی



بگڑا جو نقشِ زیت بنا شاہکار زیت
 ایسے مٹے کہ بن گئے پروردگار زیت
 کچھ اس طرح سے زیت کو اپناؤ دوستو
 تاحشر موت کو بھی رہے انتظارِ زیت
 دے حادثاتِ نو کی صراحی سے ایک جام
 ساقی ذرا اُترنے لگا ہے خمارِ زیت
 حلاج کو قبول تھی سولی رقیب کی
 منصورِ زیت کے لیے کافی ہے دارِ زیت
 انکی ہوئی ہے نوکِ مژہ پر لہو کی بوند
 کانٹوں میں پل رہی ہے عروسِ بہارِ زیت
 لائیں غزل کے شہر سے تشبیہ کے چراغ
 اے ہم سخن! چلو کہ سجائیں دیارِ زیت
 ساغر کی زندگی پہ کوئی تبصرہ نہ کر
 اک شمع جل رہی ہے سرِ رہگذارِ زیت



سُکھ گئے پت جھڑ میں پات
ٹوٹ گئے پھولوں کے ہات
کتنا نازک ہے یہ دور
اشک گراں غم کی بہتات
دشتِ اَلَم کی ویرانی میں
کاٹی ہے برکھا کی رات
ہم دیوانے ، ہم آوارہ
چل نہ سکو گے اپنے سات
ساغرِ مے خانے میں ہو گا
چھوڑ بھی دو پگلے کی بات



ارے ناخداؤ! ارے ناخداؤ!
مجھے بھی بچاؤ! مجھے بھی بچاؤ!

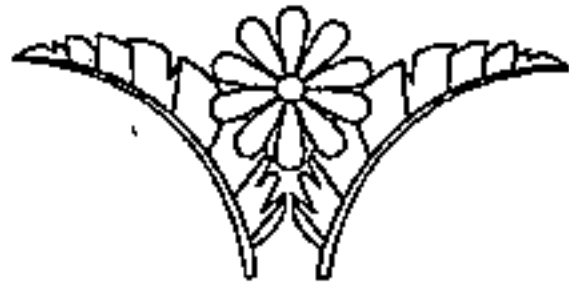
چراغاں ہی ہے ظلمتوں کا مداوا
نظر کو نکھارو! دلوں کو جلاؤ!

ہمیں فرصتِ آہ تک بھی نہیں ہے
انہیں یہ تکلف کے نغمے سناؤ

یکہ کس کی عصمت لٹی کس کی دنیا
تہہیں کیا تم اپنی دکانیں سجاؤ

تصور کی پاکیزگی چاہتے ہو
غم یار کی چاندنی میں نہاؤ

سرمیکدہ لوگ بیٹھے ہیں ساغر
لبوں پر مئے تشنگی کا الاؤ



چاندنی اور موتی کے پھول
کتنے سادہ ہیں زندگی کے اصول

اپنی زلفیں سمیٹ لیجئے گا
میل رہا ہے کہانیوں کو طول

اے غم یار تیری خیر رہے
اے غم یار ہم نہیں ہیں ملول

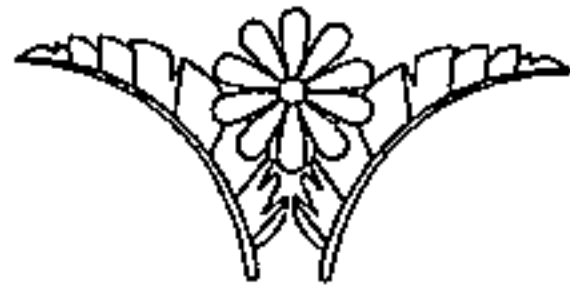
وجہ تخلیق کائنات ہے عشق
واقعے حادثوں سے ہیں مشغول

ان کے چتون پہ دیکھ کے شکنیں
گھر بھی بندگی میں ہے مشغول

سن کے ذکر بہار اے ساغر
پچھ گئی دل میں غم کی گہری سول



مرے سوزِ دل کے جلوے یہ مکاں مکاں اُجالے
 مری آہ پر اثر نے کئی آفتاب ڈھالے
 مجھے گردشِ فلک سے نہیں احتجاج کوئی !
 کہ متاعِ جان و دل ہے تری زلف کے حوالے
 یہ سماں بھی ہم نے دیکھا سرِ خاک رُل رہے ہیں
 گلن و انگلیں کے مالک مہ و کہکشاں کے پالے
 ابھی رنگِ آنسوؤں میں ہے تیری عقیدتوں کا
 ابھی دل میں بس رہے ہیں تری یاد کے شوالے
 مری آنکھ نے سنی ہے کئی زمزموں کی آہٹ
 نہیں بربطوں سے کمتر مئے ناب کے پیالے
 یہ تجلیوں کی محفل ہے اسی کے زیرِ سایہ
 یہ جہان کیف اس کا جسے وہ نظر سنبھالے
 یہ حیات کی کہانی ہے فنا کا ایک ساغر
 تو لبوں سے مسکرا کر اسی جام کو لگالے



کتنے غم کتنے دکھ ابھر آئے
تیری یادوں نے پھول مہکائے
تم نے اپنوں کی بات تک نہ سنی
ہم نے غیروں کے درد اپنائے
اے نگارو ! تمہاری بستی میں
راستہ بھول کر چلے آئے
کوئی ان بے وفا نگاہوں کو
دھڑکنوں کی زبان سمجھائے
ڈس گئے جھومتی بہاروں کو
تیرے آنچل کے ریشمی سائے
آہ ! ساغر نہ ہو سکا معلوم
کیوں بہاروں میں پھول مرجھائے



آبِ انگور سے وضو کر لو
دوستو! بیعت سب کر لو

مگر بتا دیں گے بادشاہی کے
ہم فقیروں سے گفتگو کر لو

اُن سے ملنا کوئی محال نہیں
اُن سے ملنے کی آرزو کر لو

دو قدم رایگاں ہوئے تو کیا
دو قدم اور جستجو کر لو

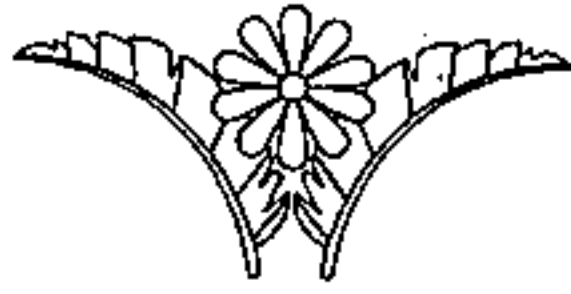
جشن زارِ حیات میں ساغر
چار دن تم بھی ہواؤ کر لو



پریشاں عکس ہستی آئینہ بے نور دیکھا ہے
 مری نظروں نے افسردہ چراغ طور دیکھا ہے
 سرور و کیف کا معیار اپنی ذات ہے ساقی
 شرابِ درد سے ہر جام کو معمور دیکھا ہے
 بڑی مدت سے آشفستہ اُمیدیں یاد کرتی ہیں
 کہیں اس بزم میں یارو! دل مجبور دیکھا ہے
 یہ دستورِ وفا صدیوں سے رائج ہے زمانے میں
 صدائے قرب دی جن کو انہی کو دور دیکھا ہے
 مژہ پر ٹوٹے سپنوں کی برائیں جگمگاتی ہیں!
 شراروں کو چہن میں ان دنوں سرور دیکھا ہے
 کہیں لختِ جگر کھانے سے ساغر بھوک مٹی ہے
 لہو کے گھونٹ پی کر بھی کوئی مخمور دیکھا ہے



لوگ لیتے ہیں یو نہی شمع اور پروانے کا نام
کچھ نہیں ہے اس جہاں میں غم کے افسانے کا نام
مٹ گئی بربادی دل کی شکایت دوستو
اب گلستاں رکھ لیا ہے میں نے ویرانے کا نام
شونی قدنگاراں میری صہبا کا وجود
مستی چشم غزالاں میرے پیانے کا نام
اس کو کہتے ہیں غم تقدیر کی نیلام گاہ
ہیں زبانیں تشنگی میں اور میخانے کا نام
دیکھیے! ساغر کی آشفٹ نگاہی کا کمال
مستیاں چھلکا رہا ہے ایک دیوانے کا نام



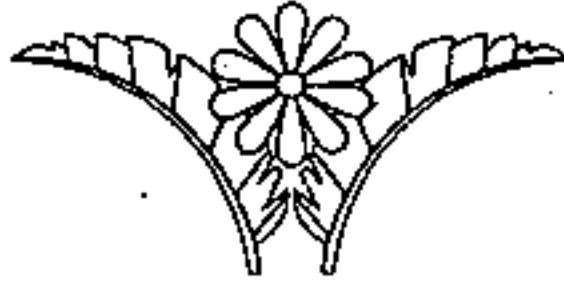
پھول کو آگ لگ گئی نعمات جل گئے
 سوج کی تیز دھوپ میں لمحات جل گئے
 ساقی کی نگہِ کرم ہے تعمیرِ میکدہ
 گیسو اڑے چراغِ خرابات جل گئے
 اب دامنِ حیات میں کچھ بھی نہیں رہا
 فردا کی سرد آگ میں حالات جل گئے
 کلیاں چمک رہی ہیں کہ شاخوں پہ آبلے
 غنچوں کی نکھوں سے مرے ہات جل گئے
 اب کے برس بہارِ بصیرت کو ڈس گئی
 فکر و نظر کے جھومتے باغات جل گئے
 ساغر لئے لئے ہیں ستارے بجھے بجھے
 سایہ مرے نصیب کے دن رات جل گئے



تہذیبِ جنوں کا رہنے کا حق ہے
 گرتی ہوئی دیوار پہ تنقید کا حق ہے
 ہاں! نے لہو اپنا گلستاں کو دیا ہے
 مجھ پر نگار پہ تنقید کا حق ہے
 میں یاد دلانا ہوں شکایت نہیں کرتا
 بھولے ہوئے اقرار پہ تنقید کا حق ہے
 مجروح جو کر دے دل انساں کی حقیقت
 اس شوخی گفتار پہ تنقید کا حق ہے



دُکھ درد کے طوفان ہیں آلام کے جنگل
 یادیں ہیں جری جیسے کہ آسام کے جنگل
 تدبیر ہے تقدیر کی بے نام پرستش!
 اذہان میں آباد ہیں الہام کے جنگل
 پلکوں کے تلے معنی و مفہوم کی جھیلیں
 زلفوں کے گھنے سائے ہیں ابہام کے جنگل
 ساقی جری ٹمور نگاہوں کے سہارے
 گلزار کیے ہیں غمِ ایام کے جنگل!



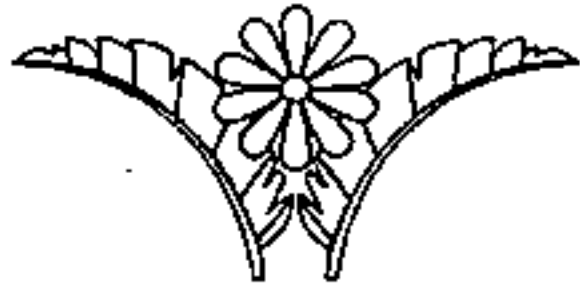
نہ خوفِ خدا ہے نہ خوفِ خدائی
بشر دے رہا ہے بشر کی دہائی

نہ جانے کہاں کھو گئی ہے مروت
بڑی دُور تک تو مرے ساتھ آئی

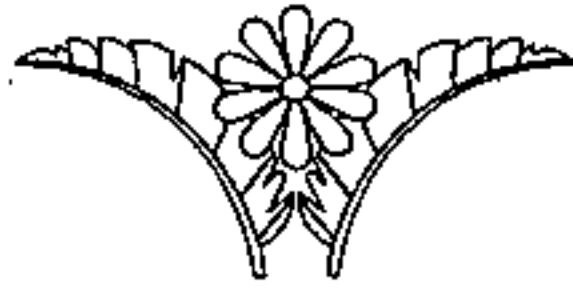
نگاہوں کے انداز بدل گئے ہیں
وہی ہے مگر رسمِ جلوہ نمائی

کسی کے مہکتے ہوئے گیسوؤں میں
شگوفوں نے سیکھی ہے خُعلہ نوائی

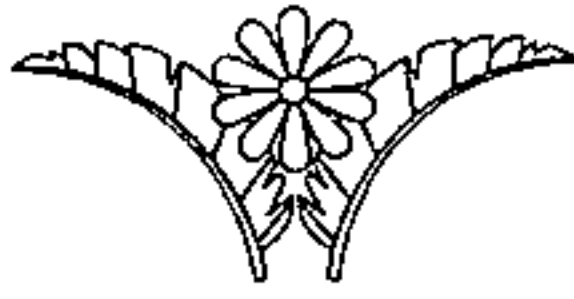
فضائے مقدر بدل دی ہے ساغر
نظر جب کبھی زندگی سے ملائی



کچھ علاجِ وحشتِ اہلِ نظر بھی چاہیے
 ایک پتھر بر دکانِ شیشہ گر بھی چاہیے
 نامکمل ہے سقوطِ کارواں کی داستاں
 اس میں تھوڑا سا بیانِ راہبر بھی چاہیے
 جن کے دامن میں دُعاؤں کے سوا کچھ نہیں
 ان غریبوں کی دُعاؤں میں اثر بھی چاہیے
 گلستانِ آرزو کے انقلابی دور میں
 ایک جشنِ موسمِ برق و شرر بھی چاہیے
 جو لگا دیتے ہیں قصرِ زندگی میں آگ سی
 ایسے شعلوں کے لیے اک اشکِ تر بھی چاہیے
 پھر انہی انگڑائیوں میں حشر کے سامان ہوں
 بزمِ جاناں میں کوئی آشفٹہ سر بھی چاہیے
 ہوں نہ ساغر جس میں سنگ و میل کی پابندیاں
 منزلوں تک ایک ایسی رہگذر بھی چاہیے



شعلہ رُخِ مست نظر یاد آتا!
 رشک خورشید و قمر یاد آتا
 اشک آنکھوں سے چھلکتے ہی رہے
 جب کبھی وہ گل تر یاد آیا!
 آج کھولی جو بیاضِ غالب
 معدنِ لعل و گہر یاد آیا
 برق چمکی تو نشیمن دیکھا
 شاخ ٹوٹی تو ثمر یاد آیا
 چاند کی سمت جو دیکھا ساغر
 اپنے ارماں کا سفر یاد آیا



ہر تہمتا کا لہو کرتے چلیں
احترامِ رنگ و بو کرتے چلیں

بے خودی کی نذر کر دیں زندگی
بیعتِ جام و سہو کرتے چلیں

جس زباں میں بیکسوں کی بات ہو
اس زباں میں گفتگو کرتے چلیں

یہ گھٹاؤں سے برتی مستیاں
گر اجازت ہو وضو کرتے چلیں

انقلابِ دیدہ و دل کے لیے
آئینوں کو رو برو کرتے چلیں

کھو کے کچھ پانا یہاں دُشوار ہے
احتیاطاً جستجو کرتے چلیں

لکیرِ ساغر کی اداؤں میں بیاں
داستانِ آرزو کرتے چلیں



مرے چمن میں بہاروں کے پھول مہکیں گے
مجھے یقین ہے شراروں کے پھول مہکیں گے
کبھی تو دیدہ نرگس میں روشنی ہو گی
کبھی تو اُجڑے دیاروں کے پھول مہکیں گے
تمہاری زلفِ پریشاں کی آبرو کے لیے
کئی ادا سے چناروں کے پھول مہکیں گے
چمک ہی جائے گی شبنم لہو کی بوندوں سے
روشِ روش پہ ستاروں کے پھول مہکیں گے
ہزاروں موجِ تمنا صدف اُچھا لے گی
تلاطموں سے کناروں کے پھول مہکیں گے
یہ کہہ رہی ہیں فضا میں بہار کی ساغر
جگر فروز اشاروں کے پھول مہکیں گے



تری نظر کے اشاروں سے کھیل سکتا ہوں
 جگر فروز شراروں سے کھیل سکتا ہوں
 تمہارے دامنِ رنگیں کا آسرا لے کر
 چمن کے مست نظاروں سے کھیل سکتا ہوں
 کسی کے عہدِ محبت کی یاد باقی ہے
 بڑے حسین نظاروں سے کھیل سکتا ہوں
 مقامِ ہوش و خرد انتقامِ وحشت ہے
 جڑوں کی راہگزاروں سے کھیل سکتا ہوں
 مجھے خزاں کے بگولے سلام کرتے ہیں
 حیا فروش چناروں سے کھیل سکتا ہوں
 شراب و شعر کے دریا میں ڈوب کر ساغر
 سرور و کیف کے دھاروں سے کھیل سکتا ہوں



نظر نظر بیقراری ہے نفس نفس پڑا سرار سا ہے
 میں جانتا ہوں کہ تم نہ آؤ گے پھر بھی کچھ انتظار سا ہے
 مرے عزیزو! میرے رفیقو! چلو کوئی داستان چھیڑو
 غم زمانہ کی بات چھوڑو یہ غم تو اب سازگار سا ہے
 وہی فُسرودہ ہے رنگِ محفل وہی ترا ایک عام جلوہ
 میری نگاہوں پہ بارسا تھا میری نگاہوں میں بارسا ہے
 کبھی تو آؤ! کبھی تو بیٹھو! کبھی تو دیکھو! کبھی تو پوچھو
 تمہاری بستی میں ہم فقیروں کا حال کیوں سوگوار سا ہے
 چلو کہ جشنِ بہار دیکھیں چلو کہ ظرفِ بہار جانچیں
 چمن چمن روشنی ہوئی ہے کلی کلی پہ نکھار سا ہے
 یہ زلفِ بردوش کون آیا یہ کس کی آہٹ سے گل کھلے ہیں
 مہک رہی ہے فضائے ہستی تمام عالم بہار سا ہے



اے دیوارو کچھ تو بولو
جھوٹی پپ کے بندھن کھولو

شاید کوئی قلم نکلے
صحراؤں کی جیب ٹٹولو

اُن کا وعدہ صبح کا تارا
یہ چنگاری من میں چبھو لو

اس شب کی مجروح حر تک
جلتے رہنا دل کے پھپھولو

رات کا پیچھی کہتا جائے
دن چڑھ آیا آنکھیں کھولو

راوی کی لہروں پہ ناچو
اے پنجاب کے پٹو ڈھولو

پھول کھلیں برسات میں جیسے
آج ذرا ہنس ہنس کر رو لو

ساقی پانی نے بن جائے
ساغر کے اشعار کو گھو لو



انسان بدنصیب، مقدر کی بات ہے
 گل کو ملے صلیب، مقدر کی بات ہے
 اہل جنوں کے ہاتھ میں دونوں جہاں کی باگ
 خطرے میں ہے غریب، مقدر کی بات ہے
 زخم بہار بن گئی پھولوں کی آرزو
 سارا چمن رقیب، مقدر کی بات ہے
 اہل چمن کو لکنت ماحول کھا گئی
 ہر بے نوا خطیب، مقدر کی بات ہے
 زخموں کو چھیڑتے ہیں بنامِ علاجِ نو
 اس دور کے طبیب، مقدر کی بات ہے
 تسکین جستجو ہے نہ اندازہ قیام
 منزل کے ہیں قریب، مقدر کی بات ہے
 صحرا کی دھوپ بن گئی ساغر کی تشنگی
 دشمن بنے حبیب، مقدر کی بات ہے



ذوقِ طغیاں میں ڈھل کے دیکھ کبھی
موج بن کے اچھل کے دیکھ کبھی

تو صاف ہے تُو تو اس سمندر میں
شکرِیزے نگل کے دیکھ کبھی

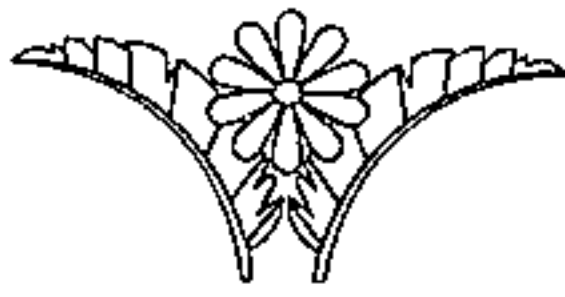
آتشِ آرزو عجب شے ہے
اس کی ٹھنڈک میں جل کے دیکھ کبھی

خشک صحرا بھی رشکِ گلشن ہے
اپنے گھر سے نکل کے دیکھ کبھی

اے گرفتار رہبرِ منزل
بے ارادہ بھی چل کے دیکھ کبھی

زندگی کی مٹھاس کے ہمراہ
رہر غم کو نگل کے دیکھ کبھی

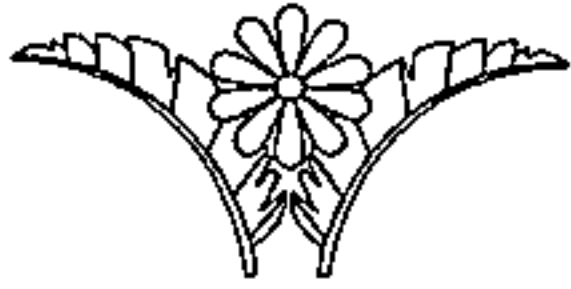
ہے بہاروں کی جستجوِ ساغر
خارزاروں میں چل کے دیکھ کبھی



سرِ مقتل ہمیں نغمات کی تعلیم دیتے ہیں
یہاں اہلِ نظر ظلمات کی تعلیم دیتے ہیں
یہاں کلیاں مہکتی ہیں مگر خوشبو نہیں ہوتی
شگوفے بر ملا آفات کی تعلیم دیتے ہیں
یہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں زرتابی قباؤں میں
سحر کا نام لے کر رات کی تعلیم دیتے ہیں
یہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں عرفانِ بہاراں ہے
وہ پھولوں کو نئے جذبات کی تعلیم دیتے ہیں
رہِ تقدیر اس دن کے لیے کیا دھوپ اور سائے
تیرے کمیو جنہیں حالات کی تعلیم دیتے ہیں
ہمیں زیبا نہیں دیتا رہِ دشوار کا منظر
کہ صحراؤں میں بھی برسات کی تعلیم دیتے ہیں
جہاں ساغر شرابِ زندگی اک زہر قاتل ہے
یقین والے وہاں خدشات کی تعلیم دیتے ہیں



جفا و جور کی دنیا سنوار دی ہم نے
 زہے نصیب کہ ہنس کر گزار دی ہم نے
 تھی کلی ہمیں حیرانیوں سے تکتی ہے
 کہ پت جھڑوں میں صدائے بہار دی ہم نے
 خیال یار کی رنگینیوں میں گم ہو کر
 جمال یار کی عظمت نکھار دی ہم نے
 اسے نہ جیت سکے گا غمِ زمانہ اب
 جو کائنات ترے در پہ ہار دی ہم نے
 وہ زندگی کہ جسے زندگی سے نسبت تھی
 تمہاری زلفِ پریشاں پہ واردی ہم نے
 کچھ ایسا سرد ہوا جذبہ وفا ساغر
 خود اپنی ذات کو ہنس ہنس کے خار دی ہم نے



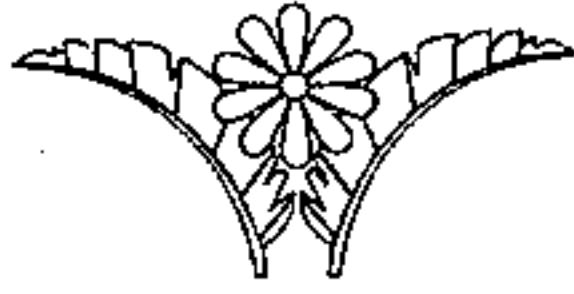
سایہ زلفِ بیاں میں بیٹھو
اس پرستش کے جہاں میں بیٹھو

مہ دُشوا! صبحِ یقیں ہونے تک
منزلِ شامِ گماں میں بیٹھو

لوگ کہتے ہیں شفاعت کے لیے
دو گھڑی بادہ کشاں میں بیٹھو

اُن کے پہلو میں بھی دل ہوتے ہیں
بزمِ آشفتمہ سراں میں بیٹھو

زیست کے راز چھلکتے ہیں یہاں
آؤ! ساغر کے جہاں میں بیٹھو



اُٹھتے رہے کلیوں کی جوانی کے جنازے
 جلتے رہے پھولوں کے نگر شہر میں تیرے
 پلتی ہے تقدس کے لبادے میں حقارت
 بجتے ہیں حوادث کے گجر شہر میں تیرے
 ساغر کی نگاہوں میں کھٹکتے ہیں ابھی تک
 کجائے ہوئے شام و سحر شہر میں تیرے

* * *

مزابِ شمع میں کچھ ذوقِ پروانہ بھی ہوتا تھا
 کسی کا نام اس محفل میں دیوانہ بھی ہوتا تھا
 پریشاں حسرتوں کی بے نقابی دیکھنے والو
 اشاروں پر ہمارے رقصِ پروانہ بھی ہوتا تھا
 جہاں اُلفت نبھانے کے حسیں اقرار ہوتے تھے
 قریب شہرِ یارو! ایک ویرانہ بھی ہوتا تھا
 یقینِ زندگی کو معتبر جس نے کیا ساغر
 حقیقت کے صحیفوں میں وہ افسانہ بھی ہوتا تھا



چمن سے برق و شرر سے خطاب کرتا ہوں
 شعور و فکر و نظر سے خطاب کرتا ہوں
 قدم قدم پہ کھلاتا ہوں گلِ معانی کے
 جہانِ شمس و قمر سے خطاب کرتا ہوں
 جبیں پہ سطوتِ الہام کے تقاضے ہیں
 زبانِ قلب و جگر سے خطاب کرتا ہوں
 میں ایک مردِ قلندر نہیں ایک دیوانہ
 طلوعِ نورِ سحر سے خطاب کرتا ہوں
 مزاجِ شبنم و لالہ سے بات ہے میری
 نگاہِ شعلہ نگر سے خطاب کرتا ہوں
 نہ کارواں سے شکایت نہ رہنما سے کلام
 غبارِ راہِ گزر سے خطاب کرتا ہوں
 ہر ایک گام پہ ہیں پتھروں کی دیواریں
 سکوتِ اہلِ ہنر سے خطاب کرتا ہوں
 بنامِ عظمتِ یزداں کبھی کبھی ساغر
 وقارِ حسنِ بشر سے خطاب کرتا ہوں



حاضر شراب و جام ہیں تُو جاگ تو سہی
الطافِ خاص و عام ہیں تُو جاگ تو سہی

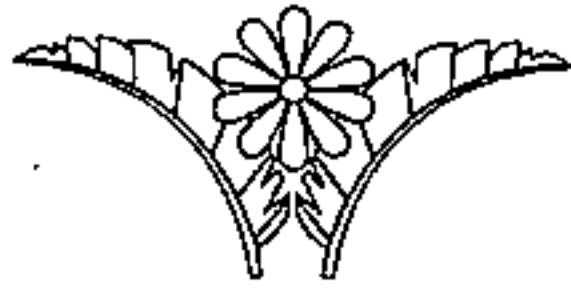
ہیں اختیارِ شوق میں تاروں کی منزلیں
بہکے ہوئے مقام ہیں تُو جاگ تو سہی

کانٹے بھی ایک چیز ہیں تُو دیکھ تو سہی
گل بھی شرارہ جام ہیں تُو جاگ تو سہی

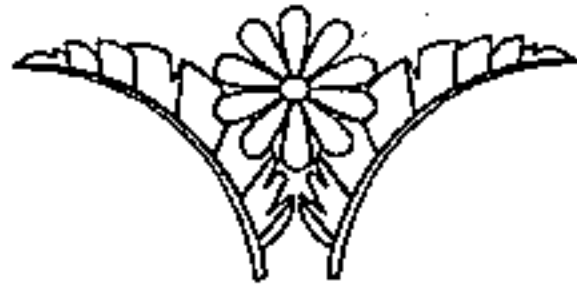
اب شب کی ظلمتوں میں کہیں آس پاس ہی
صُحُور کے اہتمام ہیں تُو جاگ تو سہی

افردگی گناہ کی تمثیل ہے ندیم
بے چینیاں حرام ہیں تُو جاگ تو سہی

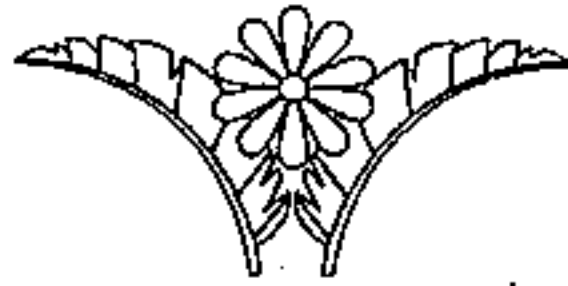
ساغر! قریب تر ہے دیارِ مہ و نجوم
بس اور چند گام ہیں تُو جاگ تو سہی



ہر شکوہ سناں کی صورت ہے
 موسمِ گل خزاں کی صورت ہے
 لمحہ لمحہ ہے بوجھ سینے میں
 وقتِ سب گراں کی صورت ہے
 ہے ورائے قرار آنسو بھی !
 دردِ اک مہرباں کی صورت ہے
 راستے راہنمائے دیدہ و دل
 زندگی کارواں کی صورت ہے
 ذوقِ تدبیر ہو تو ہر ذرہ
 جلوۂ کھکشاں کی صورت ہے
 زندگانی ہے گوشِ بر آواز !
 آدمی داستاں کی صورت ہے
 ہائے دستورِ محفل ہستی
 خامشی بھی زباں کی صورت ہے
 میرے اشعار سُن کے فرمایا
 ایک یہ بھی فغاں کی صورت ہے
 اپنا ویزانہ اَلْم ساغر !
 ان دنوں گلستاں کی صورت ہے



کیا سماں تھا بہار سے پہلے
 غم کہاں تھا بہار سے پہلے
 ایک ننھا سا آرژو کا دیا
 صوفشاں تھا بہار سے پہلے
 اب تماشا ہے چار تنکوں کا
 آشیاں تھا بہار سے پہلے
 اے مرے دل کے دل تو ہی بتا
 تو کہاں تھا بہار سے پہلے
 پچھلی شب میں خزاں کا سناٹا
 ہم زباں تھا بہار سے پہلے
 چاندنی میں یہ آگ کا دریا
 کب رواں تھا بہار سے پہلے
 بن گیا ہے سحاب موسمِ گلن
 جودھواں تھا بہار سے پہلے
 لٹ گئی دل کی زندگی ساغر
 دل جواں تھا بہار سے پہلے



عظمتِ زندگی کو بیچ دیا
ہم نے اپنی خوشی کو بیچ دیا

چشمِ ساقی کے اک اشارے پر
عمر کی تشنگی کو بیچ دیا

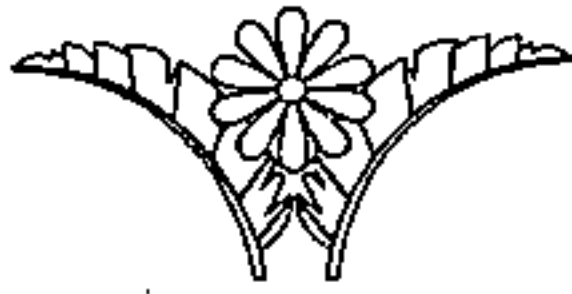
وہ رند جام و سبُو پہ ہنستے ہیں
شیخ نے بندگی کو بیچ دیا

راہگذاروں پہ لٹ گئی رادھا
شام نے بانسری کو بیچ دیا

جگمگاتے ہیں وحشتوں کے دیار
عقل نے آدمی کو بیچ دیا

لب و رخسار کے عوض ہم نے
سطوتِ خسروی کو بیچ دیا

عشق بہرِ وِپا ہے اے ساغر
روپ نے سادگی کو بیچ دیا



منزلِ غم کی فضاؤں سے لپٹ کر روئوں
ترے دامن کی ہواؤں سے لپٹ کر روئوں

جامِ مے پینے سے پہلے مرا جی چاہتا ہے
پکھری زلفوں کی گھٹاؤں سے لپٹ کر روئوں

زرد غنچوں کی نگاہوں میں نگاہیں ڈالوں
سُرخ پھولوں کی قباؤں سے لپٹ کر روئوں

آنے والے ترے رستے میں بچھاؤں آنکھیں
جانے والے ترے پاؤں سے لپٹ کر روئوں

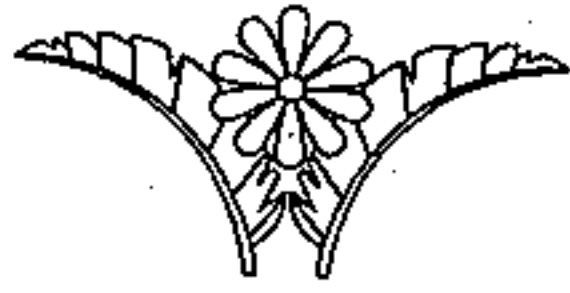
اپنے مجبور مہکدس کے سہارے ساغر
دیرِ کعبہ کے خداؤں سے لپٹ کر روئوں



جری دُنیا میں یارب زیت کے سامان جلتے ہیں
 فریبِ زندگی کی آگ میں انساں جلتے ہیں
 دلوں میں عظمتِ توحید کے دپکِ فُردہ ہیں
 جبینوں پر رہاؤ کبر کے فرمان جلتے ہیں
 ہوس کی باریابی ہے خردمندوں کی محفل میں
 رُو پہلی ٹکلیوں کی اوٹ میں ایمان جلتے ہیں
 حوادثِ قص فرما ہیں قیامت مُسکراتی ہے
 سنا ہے ناخدا کے نام سے طُوقاں جلتے ہیں
 ہلکے فُجھولتے ہیں اس چمن میں بھوک کے جھولے
 بہاروں میں نشیمن تو بہرِ عنوان جلتے ہیں !
 کہیں پازیب کی مَہمن مَہمن میں مجبوری تڑپتی ہے
 ریا دم توڑ دیتی ہے سُنہرے دان جلتے ہیں !
 مناؤ جشنِ نئے نوشی بکھیرو زلفِ نئے خانہ !
 عبادت سے تو ساغر دہز کے شیطان جلتے ہیں



اللہ رے اُس چشمِ عنایات کا جادو
 تا عمر رہا حُسنِ ملاقات کا جادو
 معلوم نہ تھا سحر گزیدانِ وفا کو
 صُبحوں کے پس پردہ ہے ظلمات کا جادو
 آنکھوں میں رواں کوثر و تسنیم کے منتر
 زلفوں میں نہاں شامِ خرابات کا جادو
 آتا ہو جسے رسمِ محبت کا وظیفہ
 چلتا نہیں اس پر غمِ حالات کا جادو
 بربط کا جگر چیر گئی تار کی فریاد
 مطرب پہ اثر کر گیا نغمات کا جادو
 لہرائے وہ گیئو کہ اُنھیں غم کی گھٹائیں !
 اہلکوں کی جھڑی بن گئی برسات کا جادو
 ہم ساحرِ اقلیمِ سخن بن گئے ساغر
 اس ڈھب سے جگایا ہے خیالات کا جادو



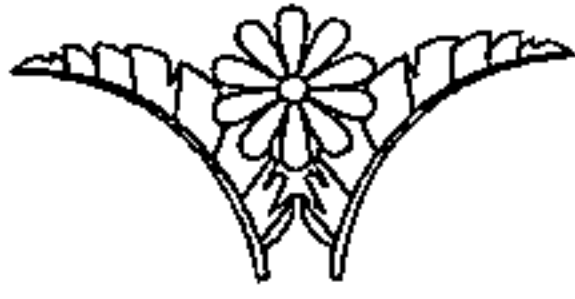
کچھ لوگ بچھا کر کانٹوں کو گلشن کی توقع رکھتے ہیں
 شعلوں کو ہوائیں دے دیکر ساون کی توقع رکھتے ہیں
 ماحول کے تپتے صحرا سے حالات کی اُجڑی شاخوں سے
 ہم اہل جُوں پھولوں سے بھرے دامن کی توقع رکھتے ہیں
 جب سارا اثاثہ لٹ جائے تسکین سفر ہو جاتی ہے
 ہم راہنماؤں کے بدلے رہزن کی توقع رکھتے ہیں
 سنگین چٹانوں سے دل کے دکھنے کی شکایت کرتے ہیں
 ظلمت کے نگر میں نورانی آنگن کی توقع رکھتے ہیں
 وہ گیسوئے جاناں ہوں ساغر یا گردشِ دوراں کے سائے
 اے وائے مقدر دونوں سے اُلجھن کی توقع رکھتے ہیں



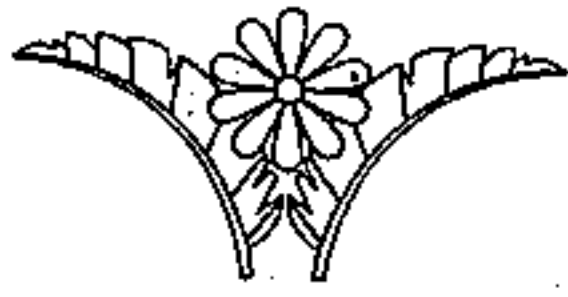
چشمِ ساقی کی عنایات پہ پابندی ہے
 ان دنوں وقت پہ حالات پہ پابندی ہے
 بکھری بکھری ہوئی زلفوں کے فسانے چھیڑو
 میکشو ! عہدِ خرابات پہ پابندی ہے
 دل شکن ہو کے چلے آئے تری محفل سے
 تیری محفل میں تو ہر بات پہ پابندی ہے
 درد اٹھا ہے لہو بن کے اچھلنے کے لیے
 آج کہتے ہیں کہ جذبات پہ پابندی ہے
 ہر تمنا ہے کوئی ڈوبتا لمحہ جیسے
 سازِ مغموم ہیں نغمات پہ پابندی ہے
 کہکشاں بامِ ثریا کے تلے سوئی ہے
 چاند بے رنگ سا ہے رات پہ پابندی ہے
 آگ سینوں میں لگی ساغر و مینا چھلکے
 کوئی کہتا تھا کہ برسات پہ پابندی ہے



ستم جاگتے ہیں گرم سو رہے ہیں
 محبت کے جاہ و حشم سو رہے ہیں
 مرے نکتہ سازو! سخن کے خداؤ!
 پکارو کہ لوح و قلم سو رہے ہیں
 وہاں چاندنی کے قدم ڈولتے ہیں
 جہاں تیرے نقش قدم سو رہے ہیں
 ہر اک ذہن میں ہے خدائی کا دعویٰ
 ہر اک آستیں میں صنم سو رہے ہیں
 یہاں خوابِ راحت فریب یقیں ہے
 نہ تم سو رہے ہو نہ ہم سو رہے ہیں
 مری اجڑی اجڑی سی آنکھوں میں ساغر
 زمانے کے رنج و الم سو رہے ہیں



تغیرات سے دُنیا سِنگار کرتی ہے
یہ چاند توڑ کے ٹھوکر میں رنگ بھرتی ہے
اُسی کلی سے ہے تاریخِ گلستاں روشن
جو باغباں کے لہو سے ذرا نکھرتی ہے
جسے نہ زہر جنوں کی ذرا سی چاٹ لگے
وہ بے شعور محبت ضرور مرتی ہے
دلوں کے بجھتے چراغوں کو نور دیتی ہے
وہ تیرگی جو تری زُلف سے پکھرتی ہے
ہماری جنتِ تخمین سے گزر جائے
بہار بن کے قیامت اگر گزرتی ہے
طلوعِ مہر ترے آستاں پہ ہوتا ہے
کرن کرن تری دلیز پہ اُرتی ہے



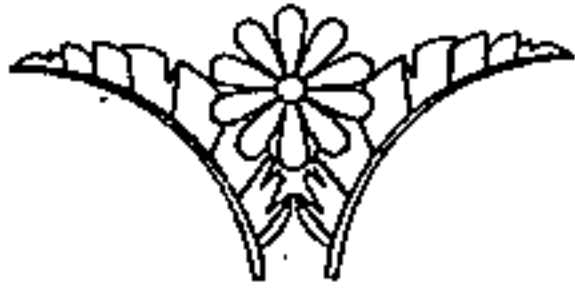
میں کہ آشفۃ و رسوا سر بازار ہوا
چاکِ داماں کا تماشا سر بازار ہوا
تیری عصمت کی تجارت پس دیوار سہی
میری تقدیر کا سودا سر بازار ہوا
پھر کوئی اہل جنوں دار پہ چڑھ جائے گا
پھر ترے حسن کا چرچا سر بازار ہوا
ہم نے رکھا ہے اسے دل کے مکاں میں برسوں
جو کبھی ہم سے شناسا سر بازار ہوا
مرحلے دید کے دُشوار تھے لیکن ساغر
منزلِ طور کا جلوہ سر بازار ہوا



جو رو ستم کی رسمیں تقریب بن گئی ہیں
اب بزمِ زندگی میں اہلِ وفا نہیں ہیں
ہر ساز کی نوا پر پہرے لگے ہوئے ہیں
اس وادیِ محن میں نغمے روا نہیں ہیں
فاقوں سے زرد چہرے ناکامیوں کے لاشے
یہ لوگ فینر، یابِ لطفِ خدا نہیں ہیں
ساغر میں ہموا ہوں نادار و ناتواں کا
ہفتہ مرے سخن کا شاہشہہ نہیں ہیں



اے حُسنِ لالہ فام ! ذرا آنکھ تو ملا
 خالی پڑے ہیں جام ! ذرا آنکھ تو ملا
 کہتے ہیں آنکھ آنکھ سے ملنا ہے بندگی
 دنیا کے چھوڑ کام ! ذرا آنکھ تو ملا
 کیا وہ نہ آج آئیں گے تاروں کے ساتھ ساتھ
 تنہائیوں کی شام ! ذرا آنکھ تو ملا
 یہ جامِ یہ سیو یہ تصور کی چاندنی
 ساقی کہاں دمام ! ذرا آنکھ تو ملا
 ساقی مجھے بھی چاہیے اک جامِ آرزو
 کتنے لگیں گے دام ! ذرا آنکھ تو ملا
 پامال ہو نہ جائے ستاروں کی آبرو
 اے میرے خوش خرام ! ذرا آنکھ تو ملا
 ہیں راہِ کہکشاں میں ازل سے کھڑے ہوئے
 ساغر ترے غلام ! ذرا آنکھ تو ملا



جب تصور میں جام آتے ہیں
آفتابی مقام آتے ہیں
یوں چٹکتے ہیں شاخ پر غنچے
بیسے اُن کے سلام آتے ہیں
دل کی نادانیوں پہ غور نہ کر
کھوٹے سکے بھی کام آتے ہیں
چند لمحات نوجوانی میں
واجب الاحترام آتے ہیں
منزل عشق میں خرد والے
صرف دو چار گام آتے ہیں
داستانِ حیات میں ساغر
بے وفاؤں کے نام آتے ہیں



وقت کے رنگین ٹکڑے کو یاد آئے گا ٹھنڈا ہاتھ
 جب پکھریں گے وہ گیسو تو مَر جائے گا ٹھنڈا ہاتھ
 بھیگی پلکیں، سوچ کی اُلجھن، دامن تھامے پوچھ رہی ہیں
 کب تک تارِ گریباں یارو سلجھائے گا ٹھنڈا ہاتھ
 سازِ تنزل چھیڑنے والو! اے افسانے لکھنے والو
 آج لکیروں کی تفسیریں دہرائے گا ٹھنڈا ہاتھ
 گرم لہو کی بوندیں بوسین، تنہائی کی مٹی ڈالیں
 پتِ تھمر آئے ان شاخوں پر اُگ آئے گا ٹھنڈا ہاتھ
 پتھر پتھر جوت جلے گی ساحلِ ساحلِ شعلے ہوں گے
 بھیگی بھیگی سرد ہوا میں شرمائے گا ٹھنڈا ہاتھ
 باغ کے مالی! میرے ٹھنچے غیروں نے پامال کیے
 پھر بھی تیری مہلواری کو مہکائے گا ٹھنڈا ہاتھ



غُنجے فضاے نو میں گرفتار ہو گئے۔
کچھ پھول اپنے رنگ سے بیزار ہو گئے

کتنے تھوڑات ہواؤں میں اڑ گئے
کتنے خیال سایہ دیوار ہو گئے

شبلی کا پھول جذبہ منصور کی صدا
راہِ وفا میں تغ کی جھنکار ہو گئے

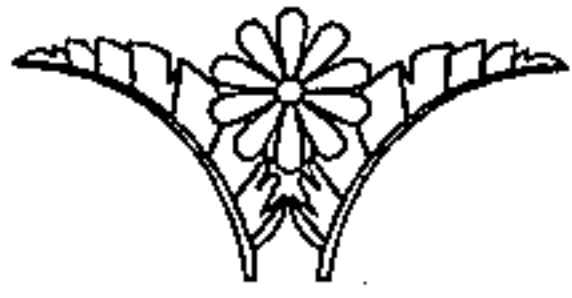
ڈھلتی رہیں شعور میں تاروں کی تابشیں
اک جام پی کے صاحبِ اسرار ہو گئے

ہم بیکسوں کو چاند کی کرنوں سے واسطہ
زُلفوں کو چھو لیا تو خطا کار ہو گئے

دل کی چھین نے کیفِ تمنا بڑھا دیا
کانٹے بھی آج صورتِ گلزار ہو گئے

پردانے بن گئے ہیں چنبیلی کی نکہتیں
کیا دیکھنا کہ صبح کے آثار ہو گئے

ساغر کا بجلیوں نے سماں اور کر دیا
ہم ظلمتوں سے کھیل کے انوار ہو گئے



تیری زلفوں کے پھول مَر جھائے
عشق کی بندگی کے کام آئے
صبح تیرے جلو میں روشن ہے
میرے ہمراہ شام کے سائے

بے صدا ہے ترانہ منصور
عقدہ دار کون سلجھائے

روشنی تھی تو دور تھے کچھ لوگ
اب اندھیروں میں ڈھونڈنے آئے

موت کی گونجتی ہواؤں میں
ہم نے نغمے حیات کے گائے

داغِ دل تھے ضیاؤں کی تفسیر
تذکرے ماہتاب کے آئے

اس درندوں کی بھیڑ میں ساغر
کاش انسان کوئی کہلائے



بندگر ہو نہ تیرا خمیازہ
بھوک ہے زندگی کا دروازہ

چارہ گر باتکین مبارک ہو
زخمِ دل ہو گئے تروتازہ

پوچھ لو! ثربتوں کے کتبوں سے
وے رہی ہے حیات آوازہ

ساحلِ آرزو سے کرتے ہیں
خسرتوں کے بھنوو کا اندازہ

چند غزلوں کے روپ میں ساغر
پیش ہے زندگی کا شیرازہ



جب گلستاں میں بہاروں کے قدم آتے ہیں
یاد بُھولے ہوئے یاروں کے کرم آتے ہیں
لوگ جس بزم میں آتے ہیں ستارے لے کر
ہم اسی بزم میں بادیدہٴ نم آتے ہیں
میں وہ اک رندِ خرابات ہوں میخانے میں
میرے سجدے کے لیے ساغرِ جم آتے ہیں
اب ملاقات میں وہ گرمی جذبات کہاں
اب تو رکھنے وہ محبت کا بھرم آتے ہیں
قربِ ساقی کی وضاحت تو بڑی مشکل ہے
ایسے لمحے تھے جو تقدیر سے کم آتے ہیں
میں بھی جنت سے نکالا ہوا اک بُت ہی تو ہوں
ذوقِ تخلیق تجھے کیسے ستم آتے ہیں
چشمِ ساغر ہے عبادت کے تصور میں سدا
دل کے کعبے میں خیالوں کے صنم آتے ہیں



فریاد کے تقاضے ہیں نغمہ سخن میں
الفاظ سو گئے ہیں کاغذ کے پیرہن میں

ہر آن ڈس رہی ہیں ماضی کی تلخ یادیں
محسوس کر رہا ہوں بیچارگی وطن میں

ٹکڑا کوئی عطا ہو احرامِ بندگی کا
سوراخ پڑ گئے ہیں اخلاص کے کفن میں

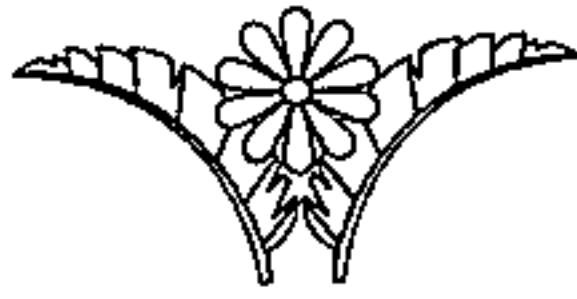
اے پاسبانِ گلشن تجھ کو خبر نہیں ہے
شعلے بھڑک رہے ہیں پھولوں کی انجمن میں

اے یار تیرے غم سے فرصت اگر ملی تو
تبدیلیاں کروں گا اس عالم گہن میں

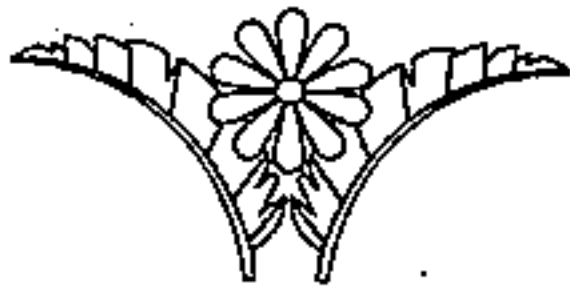
دیکھا ہے میں نے دل کی بیتابیوں کا منظر
اک ٹوٹتی کلی میں اک ڈوبتی کرن میں



صُراحی جام سے نکرائیے برسات کے دن ہیں
 حدیثِ زندگی دُہرائیے برسات کے دن ہیں
 سفینہ لے چلا ہے کس مخالف سمت کو ظالم
 ذرا ملاح کو سمجھائیے برسات کے دن ہیں
 کسی پُر نور تہمت کی ضرورت ہے گھٹاؤں کو
 کہیں سے مہ و شوں کو لائیے برسات کے دن ہیں
 طبعیت گردشِ دُوراں کی گھبرائی ہوئی سی ہے
 پریشاں زُلف کو سلجھائیے برسات کے دن ہیں
 بہاریں ان دِنوں دشتِ بیاباں میں بھی آتی ہیں
 فقیروں پر کرم فرمائیے برسات کے دن ہیں
 یہ موسمِ شورشِ جذبات کا مخصوص موسم ہے
 دلِ نادان کو بہلایے برسات کے دن ہیں
 سہانے آنچلوں کے ساز پر اشعارِ ساغر کے
 کسی بے چین دُھن میں گائیے برسات کے دن ہیں



کچھ کیفِ سحر ہے نہ مجھے شام کا نشہ
 ہے میرے لیے بادۂ بے نام کا نشہ
 آنکھوں سے چھلکتے ہوئے عرفاں کے ترانے
 زلفوں سے برستا ہوا الہام کا نشہ
 ہر گام لرزتے ہوئے تدبیر کے پیکر
 تقدیر کی آنکھوں میں ہے آلام کا نشہ
 ہر دل میں تڑپتے ہوئے ارماں کی کہانی
 ہر آنکھ میں خونِ دل ناکام کا نشہ
 پھر ڈوب گیا گیسوئے جاناں کی مہک میں
 دو دن تو رہا گردشِ ایام کا نشہ
 ہیں شیشہ و ساغر کے یہاں رنگ انوکھے
 ہے ایک یہاں بادۂ گُلفام کا نشہ



بات پھولوں کی سنا کرتے تھے
 ہم کبھی شعر کہا کرتے تھے
 مشعلیں لے کے تمہارے غم کی
 ہم اندھیروں میں چلا کرتے تھے
 اب کہاں ایسی طبیعت والے
 چوٹ کھا کر جو دُعا کرتے تھے
 ترکِ احساسِ محبت مشکل
 ہاں مگر اہلِ وفا کرتے تھے
 پیکھری پیکھری ہوئی زلفوں والے
 قافلے روک لیا کرتے تھے
 آج گلشن میں شگوفے ساغر
 شکوہ بادِ صبا کرتے تھے



تم نے جو چاہا وہ دُنیا بن گئی
دیکھیے! پھولوں کا گجر بن گئی

رات یوں کچھ مائلِ نغمہ تھا دل
چاندنی سازِ تمنا بن گئی

جب کسی صورت نہ عنوانِ مل سکا
آرزو بے نام صحرا بن گئی

موج و دریا میں نہیں ہے فرق کچھ
موج لہرائی تو دریا بن گئی

توڑ دیں یا ہم اسے رکھ لیں حضور
زندگی مفلس کا کاسہ بن گئی

میرے جامِ مے سے اڑ کر ایک چھینٹ
صبح کے ماتھے کا نقشہ بن گئی

زندگی کی بات ساغر کیا کہیں
اک تمنا تھی تقاضا بن گئی



آوارگی برنگِ تماشا بُری نہیں
 ذوقِ نظرِ ملے تو یہ دُنیا بُری نہیں
 کہتے ہیں تیری زلفِ پریشاں کو زندگی
 اے دوستِ زندگی کی تمنا بُری نہیں
 ہے ناخدا کا میری تباہی سے واسطہ
 میں جانتا ہوں نیتِ دریا بُری نہیں
 جب زندگی کو مل نہ سکا زرفشاں کفن
 ذوقِ فنا کو چادرِ صحرا بُری نہیں
 اچھا ہوا کہ منزلِ ہستی سے دُور ہیں
 کچھ راہ و رسمِ خضر و مسجا بُری نہیں
 ساغر کے ساتھ چل کے کبھی میں سُن سکا
 واللہ حدیثِ بادہ مینا بُری نہیں



مناعِ دل سے خالی ہو گئے ہیں
 ترے در کے سوالی ہو گئے ہیں
 نظر مجروح نظاروں سے دیکھی
 حوادثِ کچھ خیالی ہو گئے ہیں

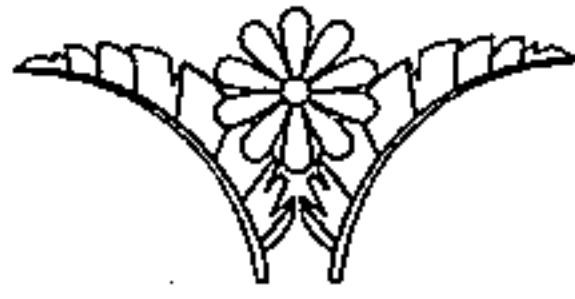
چلو اے بلبلو اس گلستاں سے
 یہاں صیادِ مالی ہو گئے ہیں
 تمہارے گیسوؤں کی تیرگی سے
 اندھیرے بھی جمالی ہو گئے ہیں

ہمارے داغِ دل کے ترجماں ہیں
 ستارے میر و حالی ہو گئے ہیں

ہزاروں ولولے ساغرِ چمن میں
 خزاں کی خشک ڈالی ہو گئے ہیں



سب سے تیرا کرم غنیمت ہے
 جو گزر جائے دم غنیمت ہے
 آپ صبح بہار لے جائیں
 مجھ کو شامِ اَلَم غنیمت ہے
 خواہشوں کی پرستشیں توبہ
 آدمی کا بھرم غنیمت ہے
 اتنی دشوار تو نہیں منزل
 زلفِ جاناں کا خم غنیمت ہے
 اس تقدس کے قحط میں یارو
 ان کا نقشِ قدم غنیمت ہے
 تلخی کائنات ہے دل میں
 جام میں ہی ستم غنیمت ہے
 شبنمی شبنمی فضاؤں میں
 دولتِ چشمِ نم غنیمت ہے



جلوے پُچل رہے ہیں نظاروں کی آگ میں
 کچھ پُھول جل رہے ہیں بہاروں کی آگ میں
 آشفنگی سے پُور ہیں زلفوں کی بدلیاں
 ساقی شراب ڈال چناروں کی آگ میں
 پلکوں میں بھگی بھگی ہیں کجلے کی دھاریاں
 شبنم مہک رہی ہے شراروں کی آگ میں
 گرے نہیں تو پیار کے دو بول ہی سہی
 کچھ تو کمی ہو بادہ گساروں کی آگ میں
 اللہ رے یقینِ محبت کی داستاں
 دامنِ سلگ رہا ہے ستاروں کی آگ میں
 کہتی ہے ناخدا سے یہ سوچوں کی شورشیں
 تیرے بھی مشورے تھے کناروں کی آگ میں
 ساغر رہیں گے رونقِ بازارِ آرزو !
 اشعار جو کہے ہیں نگاروں کی آگ میں



راہزن آدمی رہنما آدمی
 بارہا بن چکا ہے خدا آدمی
 ہائے تخلیق کی کار پروازیاں
 خاک سی چیز کو کہہ دیا آدمی
 گھل گئے جثوں کے وہاں زائچے
 دو قدم جھوم کر جب چلا آدمی
 زندگی خانقاہ شہود و بقا
 اور لوح مزار فنا آدمی
 صیہم چاند کی رخصتی کا سماں
 جس طرح بحر میں ڈوبتا آدمی
 کچھ فرشتوں کی تقدیس کے واسطے
 سہہ گیا آدمی ابی جفا آدمی
 گونجتی ہی رہے گی فلک در فلک
 ہے مشیت کی ایسی صدا آدمی
 آس کی مورتیں پوجتے پوجتے
 ایک تصویر سی بن گیا آدمی



پھول جلتے ہیں ہار جلتے ہیں
 چاندنی کے مزار جلتے ہیں
 اے مصوٰر! یہ کیا تماشا ہے
 رنگ سے شاہکار جلتے ہیں
 روکیے بے قرار کا کل کو
 دیکھیے! لالہ زار جلتے ہیں
 مہذتوں سے ہے سر د میخانہ
 دیر سے میکسار جلتے ہیں
 تیرے آنچل کی مست چھاؤں میں
 بے خودی کے دیار جلتے ہیں
 کچھ پتنگے چراغ کی نو پر
 بکتے بے اختیار جلتے ہیں
 فکرِ ساغر کی گرمیاں مت بچھ
 اس چتا میں نگار جلتے ہیں



مانگی ہے اس دیار میں دونوں جہاں کی بھیک
 لیکن ملی ہمیں دلِ ناکامراں کی بھیک !
 ایسے بھی راہِ زیست میں آئے کئی مقام
 مانگی ہے پائے شوق نے عزمِ جواں کی بھیک
 بے نور ہو گئی ہیں ستاروں کی بستیاں
 ساقی عطا ہو بادۂ شعلہ فشاں کی بھیک
 اب اور کیا تقیرِ تقدیر چاہیے
 جھولی میں ڈال دی ترے نام و نشاں کی بھیک
 خود پک گئے حیات کی نیلام گاہ میں
 وہ بانٹتے تھے جو کبھی کون و مکاں کی بھیک
 دو چار پٹیوں پہ ہے رنجش بہار سے
 سائل نے مانگ لی ہے کہاں گلستاں کی بھیک
 اللہ ان کے نقشِ کفِ پاکی خیر ہو !
 ذروں کو دے گئے جو مہ و کہکشاں کی بھیک
 ساغر خوشاکہ گوہرِ امید پا لیا
 قسمت سے ہات آئی غمِ دوستاں کی بھیک



وہ بکائیں تو کیا تماشا ہو
ہم نہ جائیں تو کیا تماشا ہو

یہ کناروں سے کھیلنے والے
ڈوب جائیں تو کیا تماشا ہو

بندہ پرور جو ہم پہ گزری ہے
ہم بتائیں تو کیا تماشا ہو

آج ہم بھی تری وفاؤں پر
مُسکرائیں تو کیا تماشا ہو

تیری صورت جو اتفاق سے ہم
بھول جائیں تو کیا تماشا ہو

وقت کی چند ساعتیں ساغر
لوٹ آئیں تو کیا تماشا ہو



رہنڈر کے چراغ ہیں ہم لوگ
 آپ اپنا سراغ ہیں ہم لوگ
 جل رہے ہیں نہ بجھ رہے ہیں دوست
 کسی سینے کا داغ ہیں ہم لوگ
 خود تہی ہیں مگر پلاتے ہیں
 میکدے کے ایام ہیں ہم لوگ
 دشمنوں کو بھی دوست کہتے ہیں
 کتنے عالی دماغ ہیں ہم لوگ
 چشمِ تحقیر سے نہ دیکھ ہمیں
 دامنوں کا فراغ ہیں ہم لوگ
 ایک جھوٹا نصیب ہے ساغر
 اس گلی کے چراغ ہیں ہم لوگ



زُلفوں کی گھٹائیں پی جاؤ

وہ جو بھی پلائیں پی جاؤ

اے تشنہ دہانِ جوہِ خزاں

پھولوں کی ادائیں پی جاؤ

تاریکیِ دوراں کے مارو

صُبحوں کی ضیائیں پی جاؤ

نغمات کا رس بھی نشہ ہے

بربط کی صدائیں پی جاؤ

مُحمور شرابوں کے بدلے

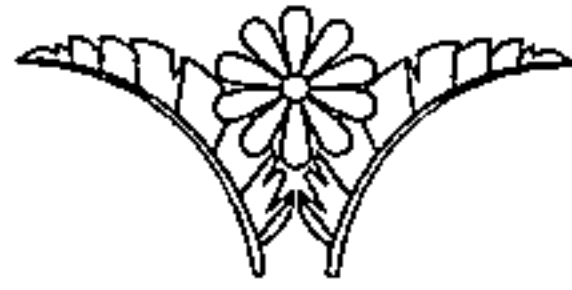
رنگین خطائیں پی جاؤ

اشکوں کا مچلنا ٹھیک نہیں

بے چین دُعائیں پی جاؤ

احساس کے ٹوٹے ساغر میں

یاروں کی وفائیں پی جاؤ



وہ عزم ہو کہ منزلِ بیدار ہنس پڑے
 ہر نقشِ پا پہ جرأتِ رہوار ہنس پڑے
 اب کے برس بہار کی صورت بدل گئی
 زخموں میں آگ لگ گئی گلزار ہنس پڑے
 اس داستانِ درد کی تمہید آپ ہیں
 جس داستانِ درد پہ غمِ خوار ہنس پڑے
 حیران ہو رہی ہے شکوئے پہ چاندنی
 شاید قفس پہ آج گرفتار ہنس پڑے
 لٹ جائے تیرے نام سے ہر تلخی جفا
 وہ کام کر کہ بے کس و نادار ہنس پڑے
 میرے جنوں نے آج وہ سجدہ ادا کیا
 بُتِ خانہ حیات کے آثار ہنس پڑے
 پھر شادماں ہوئے ہیں خرابے حیات کے
 ساغر کسی کے کیسے خمدار ہنس پڑے



جفا و جور و ستم انتخاب کر لیں گے
تمہاری زلف کے خم انتخاب کر لیں گے

کسی طرح تو کریں گے دیارِ دل روشن
چراغِ شامِ عدم انتخاب کر لیں گے

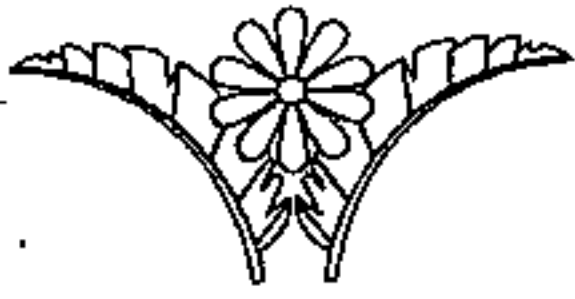
میں سوچتا ہوں یہ فاقوں میں ڈوبتے سورج
فریبِ ابر کرم انتخاب کر لیں گے

چلے چلو کہ تجسس کا نام ایماں ہے
خدا نہیں تو صنم انتخاب کر لیں گے

جو منزلیں نہ ملیں رہگذارِ ہستی میں
کسی کا نقشِ قدم انتخاب کر لیں گے



یاد آ کے رہ گئے ہیں زمانے وفاؤں کے
 شعلے جگا کے چل دیئے جھونکے ہواؤں کے
 ہر اک قدم پہ تلخی دُوراء کی دُھوپ تھی
 تھے ہم بھی اس گلی میں طلب گار چھاؤں کے
 کرتے رہے جو چاند ستاروں کی راہبری
 کچھ مُنظر ہیں ہم بھی انہی رہنماؤں کے
 ہر ذہن میں پڑے ہیں تری ڈلف کے بھنور
 ہر دل کی سرزمین پہ نشاں تیرے پاؤں کے
 بے چارگی زیست کا دامن نہ بھرسکا
 ہم نے لٹا دیئے ہیں خزانے دُعاؤں کے
 تجدید ذوقِ ساغر و مینا کی بات کر
 بدلے ہوئے ہیں رنگ چمن کی فضاؤں کے



ہیں کتنی سازگار زمانے کی تلخیاں
 تُو ہے تو پُر بہار زمانے کی تلخیاں
 میں تلخیوں کے سائے میں پل کر جواں ہوا
 ہیں میری غمگسار زمانے کی تلخیاں
 اے ترہر و حیات ذرا جام تو اٹھا
 بن جائیں گی قرار زمانے کی تلخیاں
 جو ہو سکا نہ واقفِ آدابِ میکدہ
 کرتا رہا شمار زمانے کی تلخیاں
 تم ساتھ ہو تو جانِ وفا میرے واسطے
 مہولوں کی رہگذار زمانے کی تلخیاں
 دیکھی ہیں بارہا مری چشمِ شعور نے
 انسان کا وقار زمانے کی تلخیاں
 ساغر یہی بلندی و پستی کاراز ہیں
 تقدیسِ روزگار زمانے کی تلخیاں



موجیں ہیں اور بادہ گساروں کے قافلے
 رقصاں ہیں مست مست کناروں کے قافلے
 ہتم ہتم کے آ رہی ہیں نگاروں کی نکہتیں
 رُک رُک کے چل رہے ہیں بہاروں کے قافلے
 یوں کاروانِ زیست رواں ہیں کہ ساتھ ساتھ
 رفتار میں ہیں بادہ گساروں کے قافلے
 پلکوں پہ جم رہی ہے غمِ زندگی کی اوس
 بانہوں میں سو گئے ہیں سہاروں کے قافلے
 محسوس ہو رہا ہے یہ پھولوں کو دیکھ کر
 گھبرا کے سو گئے ہیں شراروں کے قافلے
 اے یار تیری زلفِ پریشاں کو دیکھ کر
 بے تاب ہو گئے ہیں چناروں کے قافلے
 اے جانِ انبساط تجلی دہائی ہے!
 آ جا کہ لٹ چلے ہیں ستاروں کے قافلے
 ہے صحنِ آرزو میں لٹی چاندنی کی دھول
 ساغر چلے گئے مرے یاروں کے قافلے



خیالِ یار میں ہم پُر بہار رہتے ہیں
خزاں کے دن بھی ہمیں سازگار رہتے ہیں
چمن میں صرف ہمارا ہی ذکر رہتا ہے
برنگِ لالہ ہمیں داغدار رہتے ہیں
یہ اور بات کہ تم آئے ہو تو کوئی نہیں
وگر نہ غم تو یہاں بے شمار رہتے ہیں
جہانِ قدس بھی میری نظر سے گزرا ہے
وہاں بھی تیری نظر کے شکار رہتے ہیں
بصیرتوں کو نکھارا ہی نے اے ساغر
تجلیوں سے ہم ہمکنار رہتے ہیں



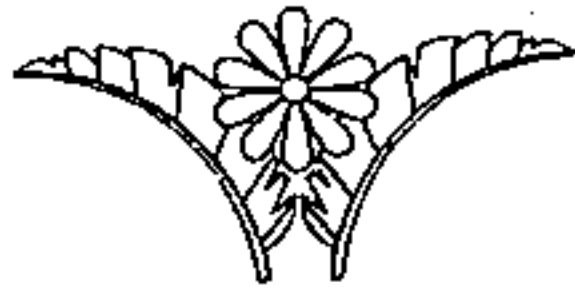
میرے آنسو ہیں کسی شامِ غریباں کے دیئے
 جگمگاتے ہی رہیں گے یہ چراغاں کے دیئے
 سائے کی طرح منڈیروں سے گزرنے والے
 جل رہے ہیں ابھی ٹوٹے ہوئے ارماں کے دیئے
 ظلمتِ دہر میں ہر سمت اُجالا کر دُوں
 کاش بل جائیں مجھے گوجہِ جانناں کے دیئے
 اپنے دامن کی ہواؤں سے بچھا دو! آ کر
 دل کی دُنیا نہ جلا دیں غمِ دوراں کے دیئے
 جیسے احساس کی پت جھڑ میں شرارے جاگیں
 پھر خیالوں میں جلے جنتِ پیماں کے دیئے
 شند اور تیز کیے ہم نے بگولوں کے مزاج
 ہم سے پُر نور ہوئے چشمِ غزالاں کے دیئے
 اب تو ایوانِ تصور سے دُھواں اُٹھتا ہے
 میرے آنکھن میں کہاں کیفِ بہاراں کے دیئے
 میرے افسانے میں توقیر ہے شب کی ساغر
 ماہِ وانجم مرے افکار میں غنوں کے دیئے



انقلابِ حیات کیا کہیے
آدمی ڈھل گئے مشینوں میں
میرے نغموں کا دل نہیں لگتا
ماہ پاروں میں مہ جبینوں میں
جاؤ اہلِ خرد کی محفل میں
کیا کرو گے جنوں نشینوں میں



دلوں کو اُجالو ! سحر ہو گئی ہے
 نگاہیں ملا لو ! سحر ہو گئی ہے
 اٹھو ! کشتیِ زیت کو ظلمتوں کے
 بھنور سے نکالو ! سحر ہو گئی ہے
 سنوارو یہ زلفیں کہ شب کٹ چکی ہے
 یہ آنچل سنبھالو ! سحر ہو گئی ہے
 شکستہ اُمیدوں کی پروائیوں کو
 گلے سے لگا لو ! سحر ہو گئی ہے
 پگھلنے لگا ہے ضمیرِ مشیت
 اُٹھو سونے والو ! سحر ہو گئی ہے
 بہاروں کے ساغر سے اے مہِ جمالو
 ضیائیں اُچھالو ! سحر ہو گئی ہے



سوئے تصورات سے تصویرِ جل گئی
اک نغمہ گر کی جھومتی تقدیرِ جل گئی

ساقی نے اس ادا سے بکھیری ہیں بجلیاں
پیماۂ حیات کی تنویرِ جل گئی

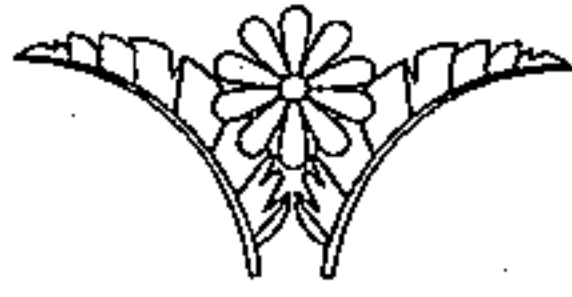
لاشے تڑپ رہے ہیں سرِ مقتلِ وفا
بہمل کا رقصِ دیکھ کے شمشیرِ جل گئی

تاثیرِ آہِ سرد کی صورت پہ ہنس پڑی
آہوں کا یہ گلہ ہے کہ تاثیرِ جل گئی

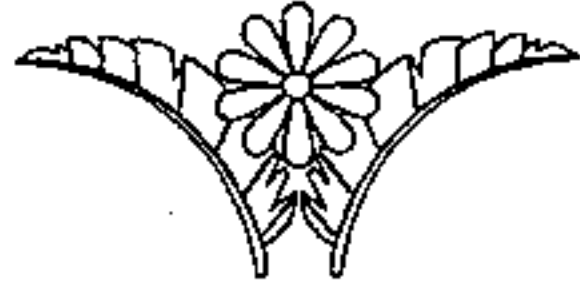
وہ مسکرا رہے تھے مرے حالِ زار پر
دیکھا تھا ایک خواب کہ تعبیرِ جل گئی

فرمودۂ خیال و نظر چاک چاک ہے
فرمانِ التفات کی تحریرِ جل گئی

بہارِ میکدہ میں وضو کے ظروف تھے
ساغرِ سنا ہے جدتِ تعمیرِ جل گئی



مَن سُلکتا ہے مَن سُلکتا ہے
جب بہاروں میں بَن سُلکتا ہے
نوجوانی عجیب تھ ہے
چھاؤں میں بھی بدن سُلکتا ہے
جب وہ محوِ خرام ہوتے ہیں
رنگِ سرو و سمن سُلکتا ہے
جانے کیوں چاندنی میں پچھلی رات
چپکے چپکے چمن سُلکتا ہے
تیرے سوزِ سخن سے اے ساغر
زندگی کا چلن سُلکتا ہے



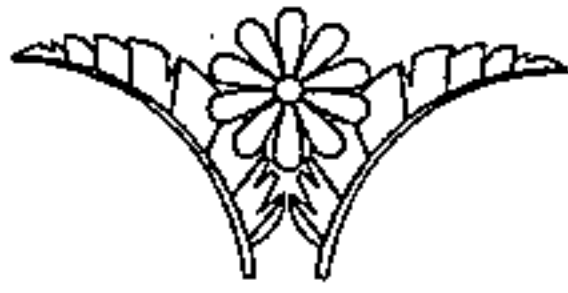
چمن میں غنچے کھلے ہوئے ہیں مگر نگارِ چمن نہیں ہے
 نگاہ میں وسعتیں نہیں ہیں خیال میں بانگین نہیں ہے
 کبھی خرد کے جہاں سے گزرے کبھی جنوں کا نگر بسایا
 ہیں بے نیاز قیام و راحت ہمارا کوئی وطن نہیں ہے
 ہماری حالت پہ رونے والو! ہماری عادت پہ ہنسنے والو
 تمہیں کوئی رنج ہو تو ہوگا! ہمیں کوئی بھی محن نہیں ہے
 تمہاری کاگل کا نام لے کر بہار پھولوں کو ڈس رہی ہے
 غرورِ شبنم تو پھر اڑا ہے وقارِ سرو و سمن نہیں ہے
 حیا کے پہرے ہیں بازوؤں پر جبیں پہ آنچل کی حکمرانی
 کوئی ہمکتا ہوا تمفقس کوئی مچلتی کرن نہیں ہے
 یہاں جو بڑھ کر اٹھائے مینا اسی کا ساغر اسی کی مینا
 ہیں اپنے اپنے نصیب ساقی کسی کا کوئی بجن نہیں ہے



یارب ترے جہان کے کیا حال ہو گئے
کچھ لوگ خواہشات کے دلال ہو گئے
تپتی رہی ہے آس کی کرنوں پہ زندگی
لمحے جدائیوں کے مہ و سال ہو گئے
بھولی ہے رنگ رنگ کو دنیا کی زرتکی
نغمے ربابِ وقت کے بے تال ہو گئے
وحشت میں اپنے تارِ گریباں ہی دوستو
الچھے تو ہر قدم پہ گراں جال ہو گئے
ساغر جو کل کھلے تھے وہ غنچے کہاں گئے
ہنگامہ بہار میں پامال ہو گئے



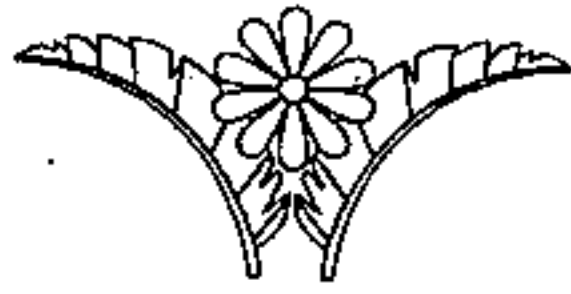
چمن لٹ رہا ہے صبا رو رہی ہے
 پئے سوگواراں فضا رو رہی ہے
 شہادت پہ اکبرؑ کی ساری خدائی
 گریباں گھلے ہیں وفا رو رہی ہے
 فرشتے، سرِ عرش ماتم کناں ہیں
 کہ پیاسوں کی خاطر گھٹا رو رہی ہے
 ذرا خاکِ کربل کی توقیر دیکھو
 کہ بنتِ نبیؐ کی ردا رو رہی ہے
 وہ شبیرؑ آئے ہیں نیزے کی زد پر
 تڑپتی ہیں کرنیں ضیاء رو رہی ہے
 بہاروں کے ہیں چاک دامان یارو
 ہے نغموں کا ماتم نوا رو رہی ہے
 ہے تیر جفا اور حلقومِ اصغرؑ
 جفاؤں پہ ساغر جفا رو رہی ہے



وسعتِ گیسوئے جاناں سے اُلجھ بیٹھے ہیں
 صورتِ گردشِ دوراں سے اُلجھ بیٹھے ہیں
 مدحتِ بادۂ انگور کی خاطر ساقی
 رندِ اک صاحبِ ایماں سے اُلجھ بیٹھے ہیں
 چند نغمے جو مرے سازِ جنوں نے چھیڑے
 مستیِ چشمِ غزالاں سے اُلجھ بیٹھے ہیں
 آج گمنامیِ احساس کا پرچم لے کر
 آدمیِ شہرتِ یزداں سے اُلجھ بیٹھے ہیں
 ایسے کچھ لوگ جنہیں صاحبِ اخلاص کہیں
 پھر مرے حال پریشاں سے اُلجھ بیٹھے ہیں
 ناکہتیںِ صحنِ گلستاں سے خبر لائی ہیں
 پھولِ آدابِ گلستاں سے اُلجھ بیٹھے ہیں
 کچھ پتنگے کہ عطا ہے جنہیں شعلوں کا مزاج
 رونقِ شامِ غریباں سے اُلجھ بیٹھے ہیں



جامِ ٹکراؤ ! وقت نازک ہے
رنگ چھلکاؤ ! وقت نازک ہے
خسرتوں کی حسین قبروں پر
پھول برساؤ ! وقت نازک ہے
اک فریب آور زندگی کے لیے
ہاتھ پھیلاؤ ! وقت نازک ہے
رنگ اڑنے لگا ہے پھولوں کا
اب تو آ جاؤ ! وقت نازک ہے
تشنگی تشنگی ! ارے تو بہ
زلف لہراؤ ! وقت نازک ہے
بزمِ ساغر ہے گوش بر آواز
کچھ تو فرماؤ ! وقت نازک ہے



یہ نہ ہوتا تو بات کچھ بھی نہ تھی
داستانِ حیات کچھ بھی نہ تھی

حرفِ مطلب کو ڈھالتے کیسے
جامِ شہرت اچھالتے کیسے

یہ کتابیں کہانیاں قصے !
حُسنِ دوراں کے معتبر حصے

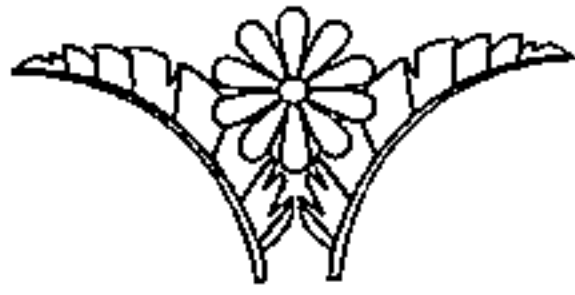
یہ ترقی ' یہ عزت و اکرام
زندگی کے حسین تر انعام

معجزے ہیں قلم کی حرکت کے
ہیں قلم سے اصولِ فطرت کے

علم و حکمت کو اس نے پالا ہے
ظلمتِ دہر میں اُجالا ہے

ہر صدا کا جواب دیتا ہے
زندگی کو شباب دیتا ہے

آئینہ ہے خیالِ آدم کا
ایک نکتہ جمالِ آدم کا



محبت مستقل غم ہے محبت غم کا گہوارہ
 جو آنسو رنگ لے آئے وہی دامن کا شہ پارہ
 جسے ارماں کا خوں دے کر بنام آرزو سینچا !
 خدا جانے کہاں ہے وہ جہان زندگی آرا
 مرا ذوق خریداری ہے اک جنسِ گراں مایہ
 کبھی پھولوں کے شیدائی کبھی کانٹوں کا بنجارہ
 جہاں منصب عطا ہوتے ہیں بے فکر و فراست بھی
 وہاں ہر جستجو ٹھوٹی ، وہاں ہر عزم ناکارہ
 بسا اوقات ٹھو لیتی ہے دامن کبریائی کا
 تمہاری جہشِ ابرو مری تخلیقِ آوارہ
 نہ جانے محتسب کیوں میکدے کا نام دیتے ہیں
 جہاں کچھ آدمی کرتے ہیں اپنے درد کا چارہ
 جرے گیسو خیالوں کی گرفتِ ناز سے گزرے
 کہ جیسے ایک جوگی بن میں لہراتا ہے دو تارہ
 پلٹ آئے ہیں شاید انقلابِ دید کے لمحے
 نظر کی وسعتوں میں ڈوبتا جاتا ہے نظارہ
 فقط اک ہاتھ میں ٹوٹا ہوا ساغر اٹھانے سے
 لرز اٹھا ہے اسے یزداں جری عظمت کا مینارہ



زندگی کا رنگ دینا ہے تری بیداد کو
سُرخِ خونِ تمنا چاہیے فرہاد کو

نامکمل ہیں ابھی مظلوم کی رُسوائیاں
پھر ذرا ترتیب دیجئے ظلم کی رُوداد کو

یہ خسیں پلکوں کے جھولے اور اشکِ آرزو
مُسکرا کر پالتا ہوں درد کی اولاد کو

دام کے حلقے لگائے ہیں وہیں صیاد نے
صید نے معصوم سمجھا تھا جہاں صیاد کو

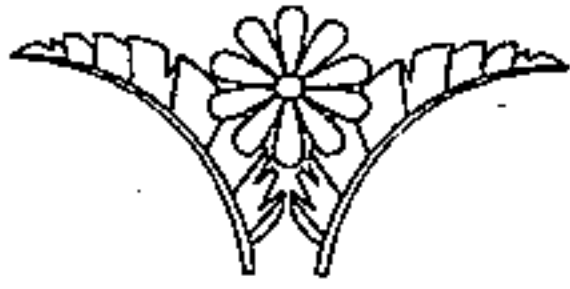
میرے خونِ آرزو سے زندگی کی آبرو
میں نے رنگیں کر دیا ہے عالمِ ایجاد کو

بُستِ پھر بھی ترے غم کی رہی احساس کو
دربدر لے کے پھرا ہوں اس دلِ ناشاد کو

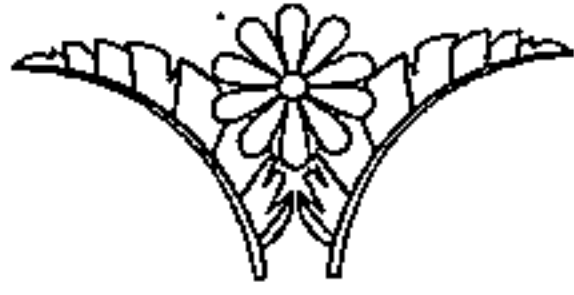
راہرو ساغر کسی سے دل لگاتے ہیں کہاں
منزلوں پہ چھوڑ دیں گے راستے کی یاد کو



عطا جسے تیرا عکس جمال ہوتا ہے
 وہ پھول سارے گلستاں کا لال ہوتا ہے
 تلاش کرتی ہے سائے تمہارے آنچل کے
 چمن میں بادِ صبا کا یہ حال ہوتا ہے
 رہ مجاز میں ہیں منزلیں حقیقت کی
 مگر یہ اہل نظر کا خیال ہوتا ہے
 یہ واردات بھی اب دل پہ روز ہوتی ہے
 مسرتوں میں بھی ہم کو ملال ہوتا ہے
 بہارِ فطرتِ صیاد کی کہانی ہے
 کہ اس کے دوش پہ پھولوں کا جال ہوتا ہے
 یہ پکھرے پکھرے سے گیسو تھکی تھکی آنکھیں
 کہ جیسے کوئی گلستاں نڈھال ہوتا ہے
 جواب دے نہ سکیں جس کا دو جہاں ساغر
 کسی غریب کے دل کا سوال ہوتا ہے



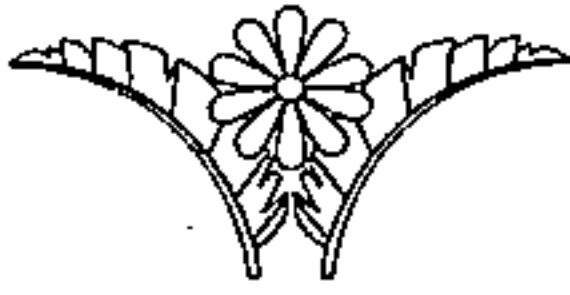
یہ دنیا ہے یہاں ہر لمحہ تقدیرِ ظالم ہے
 مرے افسانہ بے نام کی تحریرِ ظالم ہے
 غم ہستی کی زنجیروں سے انساں کو کہاں فرصت
 کبھی حالاتِ ظالم ہیں کبھی تدبیرِ ظالم ہے
 مصور کا قلم رنگینیوں میں ڈوب کر ابھرا
 تصورِ مسکرا کر کہہ گیا تصویرِ ظالم ہے
 چراغِ آرزو کو اک سہارا دے ہی جاتی ہے
 یہاں ڈھلتے ہوئے سورج کی ہر تنویرِ ظالم ہے
 پلٹ کر زندگی کو زخمِ تازہ دے گئی اکثر
 ہمارے نالہ و شیون کی ہر تاثیرِ ظالم ہے
 چھو کر دل میں نشتر بیٹھ جاتے ہیں کہیں ساغر
 شواہد کہہ رہے ہیں یہ فلک بے پیرِ ظالم ہے



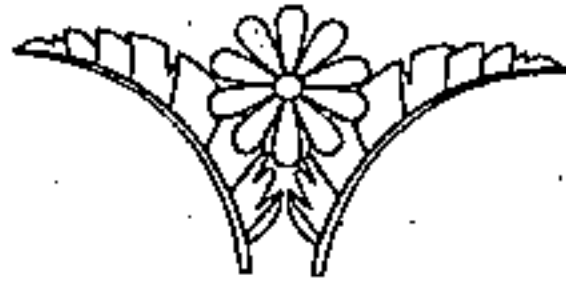
اے دل بے قرار چپ ہو جا
 جا چکی ہے بہار چپ ہو جا
 اب نہ آئیں گے روٹھنے والے
 دیدہ اشکبار چپ ہو جا
 جا چکا کاروانِ لالہ و گل
 اڑ رہا ہے غبار چپ ہو جا
 پھوٹ جاتی ہے پھول سے خوشبو
 رُوٹھ جاتے ہیں یار چپ ہو جا
 ہم فقیروں کا اس زمانے میں
 کون ہے غمگسار چپ ہو جا
 حادثوں کی نہ آنکھ کھل جائے
 خستہ سوغوار چپ ہو جا
 گیت کی ضرب سے بھی اے ساغر
 ٹوٹ جاتے ہیں تار چپ ہو جا



ترے غم کو متاعِ حُسنِ انساں کر لیا میں نے
 نگارِ آدمیت کو غزلِ خواں کر لیا میں نے
 تڑپ کر سوزِ دل کو جلوہِ سماں کر لیا میں نے
 بہت بے نور تھی دُنیا چراغاں کر لیا میں نے
 کسی کے اک تبسم پر اساسِ زندگی رکھ لی
 شراروں کو نشیمن کا نگہباں کر لیا میں نے
 اٹھا کر پُوم لی ہیں چند مُرجھائی ہوئی کلیاں
 نہ تم آئے تو یوں جشنِ بہاراں کر لیا میں نے
 خدا رکھتے یہ عذیرِ جوڑِ باقی تم نہ شرماؤ
 اب، آرزوؤں کو پشیمیاں کر لیا میں نے
 ابھی تک بے کفن سی ہے مری وحشت کی عریانی
 یہ کس اُمید پر گھر کو بیاباں کر لیا میں نے
 کبھی ساغرِ بکف میں وجد میں آیا جو لہرا کر
 تو اپنے ساتھ دُنیا کو بھی رقصاں کر لیا میں نے



(ذرا گیسوئے یار کھولے گئے ہیں
تدبر کے بازار کھولے گئے ہیں!
شگوفوں کے ارماں نچوڑے گئے ہیں
شراروں کے اسرار کھولے گئے ہیں
کئی بار تیری وفاؤں کے عقدے
سرِ منزلِ دار کھولے گئے ہیں!
اُلٹ کر نقابِ رُخ گل نگاراں
بہاروں کے دربار کھولے گئے ہیں



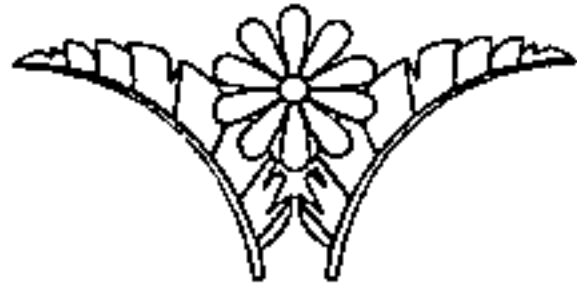
اُمید کے موتی ارزاں ہیں درویش کی جھولی خالی ہے
 پھولوں سے مہکتے داماں میں درویش کی جھولی خالی ہے
 احساسِ صفائی و تھر ہے ایمانِ سلگتی دھونی ہے
 بے رنگ مزاجِ ذوراں ہیں درویش کی جھولی خالی ہے
 بے نور مروت کی آنکھیں بے کیف عنایت کے جذ بے
 ہر سمت بدلتے عنوان ہیں درویش کی جھولی خالی ہے
 گذری کے پھٹے ٹکڑے ساغرِ اجرامِ تخیل کیا ڈھانپیں
 فریاد کے نقطے حیراں ہیں درویش کی جھولی خالی ہے



آشکِ رواں نہیں ہیں ندامت کے مہول ہیں
 رُوٹھے ہوئے بہار سے رحمت کے مہول ہیں
 ہیں داغہائے دل کی شبابت لیے ہوئے
 شاید یہی وہ باغِ محبت کے مہول ہیں
 ڈسنے لگی ہیں شاخِ حمّتا کی کونچلیں
 رسوائیوں کے خارِ معیشت کے مہول ہیں
 رقصاں ہیں رنگِ رنگِ خیابانِ زندگی
 پنہاں کہانیوں میں حقیقت کے مہول ہیں
 دیوانگانِ کاکلِ ساقی سے مانگے
 وحشت کی وادیوں میں فراست کے مہول ہیں
 ایوانِ گلِ فشاں کے یکینو ذرا سُوا
 ان جھونپڑوں میں بھی کہیں فطرت کے مہول ہیں
 کہتے ہوئے سُنے ہیں سخنِ آشنائے وقت
 ساغر کے شعرِ بزمِ لطافت کے مہول ہیں



مدعا کچھ نہیں فقیروں کا
 درد ہے لا دوا فقیروں کا
 اور تو کچھ نہیں صدا بابا
 ہو بھلا کر بھلا فقیروں کا
 اپنی تنہائیوں پہ ہنستے ہیں
 کون ہے آشنا فقیروں کا
 منزلوں کی خبر خدا جانے
 عشق ہے رہنما فقیروں کا
 ایک مدت سے خالی خالی ہے
 کاسۂ التجاء فقیروں کا
 میکدے کی حدود میں ہوں گے
 کیا بتائیں پتا فقیروں کا
 زلفِ جاناں کی نگہتیں ساغر
 بن گئیں آسرا فقیروں کا



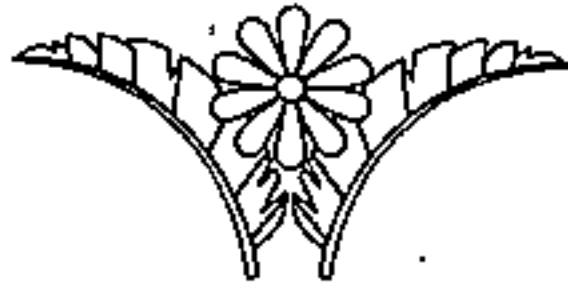
فریاد کے تقاضے ہیں نغمہٴ سخن میں
 الفاظ سو گئے ہیں کاغذ کے پیرہن میں
 ہر آن ڈس رہی ہیں ماضی کی تلخ یادیں!
 محسوس کر رہا ہوں بے چارگی وطن میں
 ٹکڑا کوئی عطا ہوا حرامِ بندگی کا
 سُورخ پڑ گئے ہیں اخلاص کے کفن میں
 اے پاسبانِ گلشن تجھ کو خبر نہیں ہے
 شعلے بھڑک رہے ہیں پھولوں کی انجمن میں
 اے یار تیرے غم سے فرصت اگر ملی تو
 تبدیلیاں کروں گا اس عالمِ کہن میں



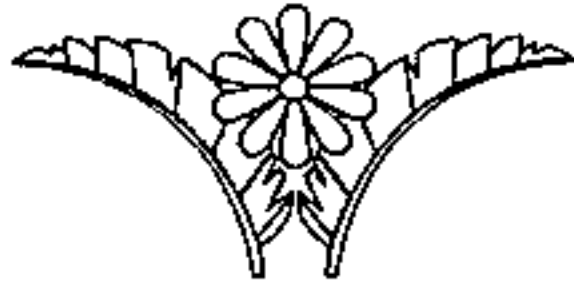
ان بہاروں پہ گلستان پہ ہنس آئی ہے
 دل کے ہر داغِ فروزاں پہ ہنس آئی ہے
 آج پھر جامِ تہی اور گھٹا اٹھی ہے
 آج پھر رحمتِ یزداں پہ ہنس آئی ہے
 میری بھیگی ہوئی پلکوں کی چھماچھم پہ نہ جا
 تیرے ٹوٹے ہوئے پیماں پہ ہنس آئی ہے
 جب کبھی بچھڑا ہوا دوست ملا ہے کوئی
 مجھ کو اخلاصِ عزیزاں پہ ہنس آئی ہے
 مجھ کو اک زہر کا پھلکا ہوا ساغر دے دو
 مجھ اس دور کے انسان پہ ہنس آئی ہے



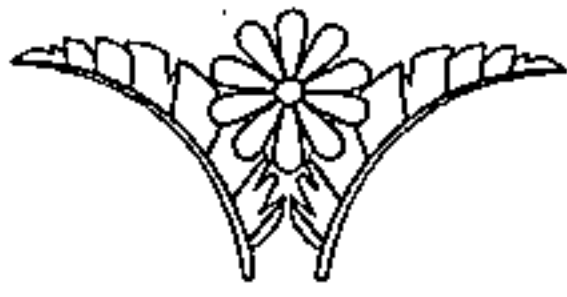
پریشاں عکسِ ہستی، آئینہ بے نور دیکھا ہے
 مری آنکھوں نے افسردہ چراغِ طور دیکھا ہے
 سرور و کیف کا معیار اپنی ذات ہے ساقی
 شرابِ درد سے ہر جام کو معمور دیکھا ہے
 بڑی مدت سے آشفۃ امیدیں یاد کرتی ہیں
 کہیں اس بزم میں یار و دل مجبور دیکھا ہے
 یہ دستورِ وفا صدیوں گرانج ہے زمانے میں
 صدائے قرب دی جن کو انہی کو دور دیکھا ہے
 کہیں نختِ جگر کھانے سے ساغر بھوک مٹی ہے
 لہو کے گھونٹ پی کر بھی کوئی مخمور دیکھا ہے



ہیں کتنی سازگار زمانے کی تلخیاں
تو ہے تو پر بہار زمانے کی تلخیاں
میں تلخیوں کے سائے میں پل کر جواں ہوا
ہیں میری غمگسار زمانے کی تلخیاں
اے زہرِ حیات ذرا جام تو اٹھا
بن جائیں گی قرار زمانے کی تلخیاں
جو ہو سکا نہ واقفِ آدابِ میکدہ
کرتا رہا شمار زمانے کی تلخیاں
تم ساتھ ہو تو جانِ وفا میرے واسطے
پھولوں کی رہ گزار زمانے کی تلخیاں
دیکھی ہیں بارہا مری چشمِ شعور نے
انسان کا وقار زمانے کی تلخیاں
ساغر یہی بلندی و پستی کا راز ہیں
تقدیسِ روزگار زمانے کی تلخیاں



میرے چمن کو جہاں میں یہ سرفرازی ہے
 ہر اک پھول نئی زندگی کا غازی ہے
 بہار میں بھی سلگتے رہے ہیں کاشانے
 کہ یہ بھی ایک طرح کی شہ طرازی ہے
 میں اس مقام پر تجھ کو تلاش کرتا ہوں
 حقیقتوں کا تصرف جہاں مجازی ہے
 خدا کے نام پہ پہلا سب اٹھاتے ہیں
 مے کشوں میں یہی رسم پاکبازی ہے
 تمہاری زلف پریشاں کو دام کہہ دینا
 بڑا حسین طریق فغاں نوازی ہے
 روشِ روش پہ ہیں برق و شرر کے ہنگامے
 مجھے یقین ہے بہاروں کی کار سازی ہے
 لکھو! یہ عظمتِ ہستی کے باب میں ساغر
 کہ غزنوی کی جلالتِ غم ایازی



ہے دُعا یاد مگر حرفِ دُعا یاد نہیں
 میرے نعمات کو اندازِ نوا یاد نہیں
 میں نے پلکوں سے دریا رہ دستک دی ہے
 میں وہ سائل ہوں جسے کوئی صدا یاد نہیں
 میں نے جن کے لیے راہوں میں بچھایا تھا لہو
 ہم سے کہتے ہیں وہی عہدِ وفا یاد نہیں
 کیسے بھر آئیں سرِ شام کسی کی آنکھیں
 کیسے تھرائی چراغوں کی ضیا یاد نہیں
 صر دھند لائے ستاروں کی چمک دیکھی ہے
 کب ہوا کون ہوا کس سے خفا یاد نہیں!
 زندگی جبرِ مسلسل کی طرح کافی ہے
 جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں
 آؤ اک سجدہ کریں عالمِ مدہوشی میں
 لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں



برگشتہ یزدان سے کچھ بھول ہوئی ہے
 بھٹکے ہوئے انسان سے کچھ بھول ہوئی ہے
 تاحدِ نظر شعلے ہی شعلے ہیں چمن میں!
 پھولوں کے نگہبان سے کچھ بھول ہوئی ہے
 جس عہد میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی!
 اس عہد کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی ہے
 ہنستے ہیں مری صورتِ مفتوں پہ شگوفے
 میرے دلِ نادان سے کچھ بھول ہوئی ہے
 حوروں کی طلب اورئے و ساغر سے ہے نفرت
 زاہد! ترے عرفان سے کچھ بھول ہوئی ہے



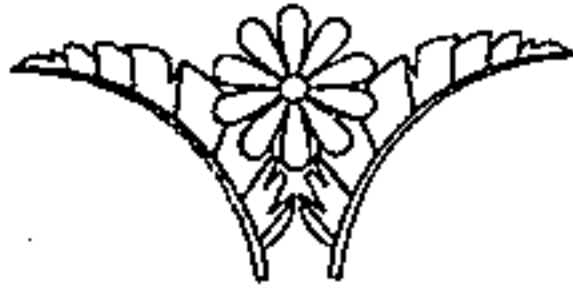
سوچئے مے کشی کے بارے میں
صورتِ زندگی کے بارے میں

مشورہ ہو رہا ہے تاروں میں
دیدہ شبنمی کے بارے میں

آپ سے کچھ ہمیں شکایت ہے
زُلف کی برہمی کے بارے میں

لوگ دیوانے ہو ہی جاتے ہیں
سوچ کر آگہی کے بارے میں

چھوڑ روداد ساغر و مینا
بات کر تشنگی کے بارے میں



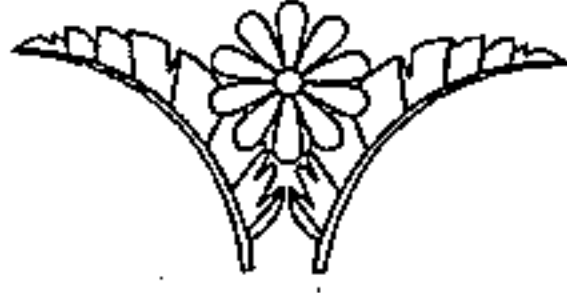
کھلتے رہیں گے صحنِ چمن میں ہزار پھول
 لیکن کہاں نصیبِ تمنا میں چار پھول
 شاید یہیں کہیں ہو ترا نقشِ پائے ناز
 ہم نے گرا دیئے ہیں سرِ رہزار پھول
 آوارگانِ شوق چلو ہم کریں تلاش
 وہ کارواں جو چھوڑ گیا ہے غبار پھول
 کھولے ہیں اس نے گیسوئے عنبر فشاں ضرور
 کچھ حد سے ہو گئے ہیں سوا شکار پھول
 بھنوروں کو جستجو ہے تیری کج کج میں
 شاخوں پہ کر رہے ہیں تیرا انتظار پھول
 ہائے شہیدِ ناز کی تربت پہ رونقیں
 مدھم سی اک شمع ہے دو سو گوار پھول
 پھولوں پہ مرے کبھی کانٹوں پہ جی لیے
 اپنی نظر میں ایک ہیں گلشن میں خار پھول



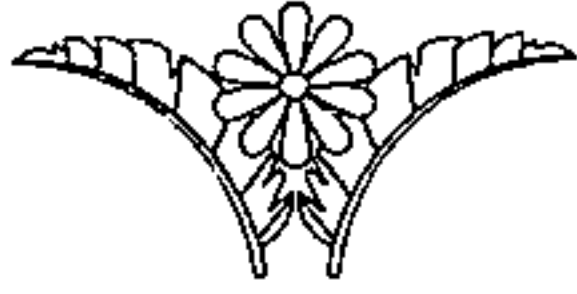
یہ جو دیوانے سے دو چار نظر آتے ہیں
 ان میں کچھ صاحبِ اسرار نظر آتے ہیں
 تیری محفل کا بھرم رکھتے ہیں سو جاتے ہیں
 ورنہ یہ لوگ تو بیزار نظر آتے ہیں
 دُور تک کوئی ستارہ ہے نہ کوئی جگنو
 مرگِ اُمید کے آثار نظر آتے ہیں
 مرے دامن میں شراروں کے سوا کچھ بھی نہیں
 آپ پھولوں کے خریدار نظر آتے ہیں
 کل جنہیں چھو نہیں سکتی تھی فرشتوں کی نظر
 آج وہ رونقِ بازار نظر آتے ہیں
 حشر میں کون گواہی میری دے ساغر
 سب تمہارے ہی طرفدار نظر آتے ہیں



اس میں شامل دشت و صحرا اور ویرانے کی بات
 اہل محفل سے جدا ہے تیرے دیوانے کی بات
 محتسب ہم بے گناہوں کو نہ دے الزام
 تشنگی میں آگئی ہونٹوں پہ مے خانے کی بات
 ہاں ابھی بھولی نہیں جو رخزاں کی داستان
 احتیاطاً ہم نہیں کرتے بہار آنے کی بات
 بن گئی ہے سُرخِ حُسن بہارِ جاوداں
 آگئی زلفِ معنبر کے پکھر جانے کی بات
 ہر نفس میں شعلہ زن ہیں گرمیاں حالات کی
 زندگی ہے ان دنوں بے موت مرجانے کی بات
 میکدہ بدلا ہوا ساغرِ شکستہ جال ہیں
 ہر حقیقت بن گئی ہے آج افسانے کی بات



احتیاطاً فقر کا ہر مرحلہ کٹتا رہا
اتفاقاً آپ کی خیرات کا دھڑ کا رہا
آج پھر شبنم کے قطروں نے بجایا جلت رنگ
آج پھر دامن مری آواز کا بھیگا رہا
کوئی آیا ہے نہ آئے گا دلِ ناداں کبھی
میرے دروازے کا پردہ تو سدا ہلتا رہا
رات کی رانی کا جھونکا تھا کسی کی یاد بھی
دیر تک آنگن مرے احساس کا مہکا رہا
تیز رو چلتے ہیں ساغر قافلے اس نام سے
رہنماؤں سے ہمیشہ راہزن اچھا رہا



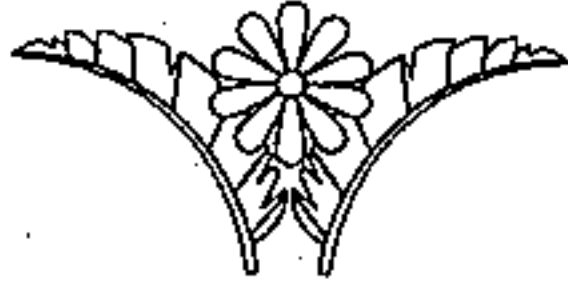
بدنامی حیات سے رنجور ہو گئے
اے یار! تیری بات سے رنجور ہو گئے
یزداں کے حادثات پہ ہم نے کیا یقین
اپنی شکستِ ذات سے رنجور ہو گئے
مُر جھا کے رہ گئی غم و شام کی بہار
فصلِ تکلفات سے رنجور ہو گئے
ہر رہگزر پہ پُور ہیں انسانیت کے پاؤں
شیشے کی کائنات سے رنجور ہو گئے
اپنوں نے زندگی میں ہراساں کیا مجھے
غیروں کے التفات سے رنجور ہو گئے
ساغر سکون دے گئی دل کی کک ہمیں
اکثر خوشی کی بات سے رنجور ہو گئے



نہ شانِ قیصر و کسریٰ نہ سطوت کے لا
غمِ بشر جسے کہئے کہیں سے وہ شے لا
خمارِ لالہ و گل ہے نہ کیفِ رقصِ صبا
بہار میں بھی رہا دامنِ چمن پھیلا
جسے تصورِ انساں کشید کرتا ہے!
شعورِ ڈوب کے نکلے نہ جس میں وہ مے لا
وہ جس کے پاس ہو زخمِ حیات کا مرہم
کہیں سے ڈھونڈ کوئی ایسا چارہ گر ہے لا
وہ سخاوتِ احساس بند ہے ساغر
شکستِ کاسۂ مجنوں نہ اب سگِ لیلے



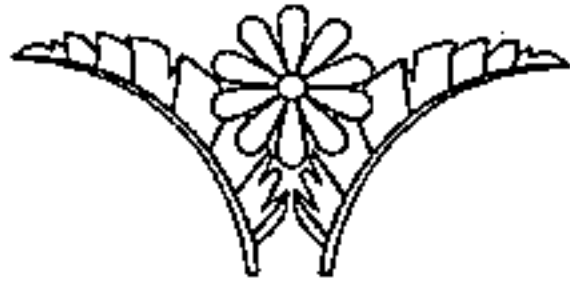
حاضر شراب و جام ہیں تُو جاگ تو سہی
الطاف خاص و عام ہیں تُو جاگ تو سہی
ہیں اختیار شوق میں تاروں کی منزلیں
بہکے ہوئے مقام ہیں تُو جاگ تو سہی
اب شب کی ظلمتوں میں کہیں آس پاس ہی
صبحوں کے اہتمام ہیں تُو جاگ تو سہی
افسردگی گناہ کی تمثیل ہے ندیم
بے چیاں حرام ہیں تُو جاگ تو سہی
ساغر! قریب تر ہے دیارِ مہ و نجوم
بس اور چند گام ہیں تُو جاگ تو سہی



زخمِ دل پر بہار دیکھا ہے
کیا عجب لالہ زار دیکھا ہے
جن کے دامن میں کچھ نہیں ہوتا
ان کے سینوں میں پیار دیکھا ہے
تنگی ہے صدف کے ہونٹوں پر
گل کا سینہ فگار دیکھا ہے
خاک اڑتی ہے تیری گلیوں میں
زندگی کا وقار دیکھا ہے
ساقیا! اہتمامِ بادہ کرا
وقت کو سوگوار دیکھا ہے
جذبہٴ غم کی خیر ہو ساغر
حسرتوں پر نکھار دیکھا ہے



تفریق نے جادو ہی جگایا ہے بکلا کا
 خطرے میں اے یار! چن مہر و وفا کا
 توہین ہے درویش کا اس شہر میں جینا
 ہو فاقہ کشی نام جہاں صبر و رضا کا
 اب تک کا تفکر غم تقدیر کا چارہ
 سینے میں پتہ رکھتے ہیں جو ارض و سما کا
 جی چاہتا ہے اے میرے افکار کی مورت
 ملبوس بنا دوں تجھے تاروں کی ردا کا
 محفوظ رہیں میرے گلستاں کی فضا میں
 ہو قتل گل و لالہ تقاضا ہے صبا کا
 جلتے ہوئے دیکھے وہی معصوم شکوے
 تھا جن کو بھروسہ ترے دامن کی ہوا کا
 کچھ سردی آہیں ہیں تو کچھ ڈوبتے آئسو
 ساغر یہ صلہ تجھ کو ملا سوزِ نوا کا



تیرے دامن کی ہوا مانگتے ہیں
 ہم بھی جینے کی دُعا مانگتے ہیں
 مَطَرِ بو ! کوئی اچھوتا نغمہ
 ساز آہنگ و صدا مانگتے ہیں
 صحنِ کعبہ کے بھجاری مچلے
 آستینوں میں خُدا مانگتے ہیں
 ماہِ وانجم کے جھروکے اکثر
 کس کے عارض کی ضیا مانگتے ہیں
 پھر پتنگوں میں خدائی جاگی
 شعلہ حشر نما مانگتے ہیں
 بندہ پرور ! کوئی خیرات نہیں
 ہم وفاؤں کا صلہ مانگتے ہیں
 مے کدہ ہو کہ کلیسا ساغر
 ساری دُنیا کا بھلا مانگتے ہیں



ہے فغانِ لالہ و گل مست نظاروں کے ساتھ
بجھ رہی ہے تشنگی پھولوں کی انگاروں کے ساتھ

آئے گا شاید عزیز مصر پکنے کے لیے
آج خود یوسف کو دیکھا ہے خریداروں کیساتھ

ہر قدم پر زندگی کی آبرو خطرے میں ہے
ظلمتوں کے قافلے دیکھے ہیں مہ پاروں کے ساتھ

مفلسوں پر ہنس رہی ہیں عظمتیں ابلیس کی
اور خدا کی رحمتیں منسوب زرداروں کے ساتھ

سر برہنہ عابدہ کنو اب و ریشم کے بغیر
ناچتی ہے عاصمہ سگنوں کی جھنکاروں کے ساتھ

نغمہ ہلبل نہیں تو نالہ دل ہی سہی
ملتے جلتے ہیں بیاباں بھی چمن زاروں کے ساتھ



ایک نغمہ، ایک تار، ایک غنچہ، ایک جام
 اے غمِ دوراں ! غمِ دوراں تجھے میرا سلام
 زلفِ آوارہ، گریباں چاک، گھبرائی نظر
 ان دنوں یہ ہے جہاں میں زندگانی کا نظام
 چند تارے ٹوٹ کر دامن میں میرے آگرے
 میں نے پوچھا تھا ستاروں سے ترے غم کا مقام
 کہہ رہے ہیں چند پچھڑے راہروں کے نقشِ پا
 ہم کریں گے انقلابِ جستجو کا اہتمام
 پڑ گئیں پیراہن صبح چمن پر سیلوٹیں
 باد آ کر رہ گئی ہے بے خودی کی ایک شام
 تیری عصمت ہو کہ ہو میرے ہنر کی چاندنی
 وقت کے بازار میں ہر چیز کے لگتے ہیں دام
 ہم بنائیں گے یہاں ساغرِ نئی تصویرِ شوق
 ہم تخیل کے مجدد ہم تصور کے امام



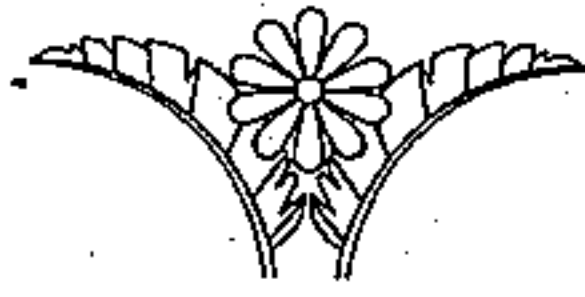
خونِ بادل سے برستے دیکھا
پھول کو شاخ پہ ڈستے دیکھا

کتنے بیدار خیالوں کو یہاں
دامِ اخلاص میں پھنستے دیکھا

دل کا گلشن کہ بیاباں ہی رہا
ایسا اجڑا کہ نہ بستے دیکھا

کھل گیا جن پہ مسرت بھرم
پھر کبھی ان کو نہ ہنستے دیکھا

اب کہاں اشکِ ندامت ساغر
آستینوں کو ترستے دیکھا



درد کے ماروں پہ ہنستا ہے زمانہ بے خبر
 زخمِ ہستی کی کک سے ہے نشانہ بے خبر
 نگہوں کے سائے میں ٹوٹے پڑے ہیں چند پھول
 بجلیوں کی یورشوں سے آشیانہ بے خبر
 حُسنِ برہم کو نہیں حالِ پریشاں سے غرض
 سازِ دل کی دھڑکنوں سے ہے زمانہ بے خبر
 ہم قرارِ دل نہیں ہیں ہم نہیں آنکھوں کا نور
 ہم سے آوارہ کا ہوتا ہے ٹھکانہ بے خبر
 دونوں عالمِ وسعتِ آغوش کی تفسیر ہیں
 دیکھنے میں ہے نگاہِ مجرمانہ بے خبر
 آپ اپنے فن سے ناواقف ہے ساغر کی نظر
 لعل و گوہر کی ضیاؤں سے خزانہ بے خبر



ہر موج ہے افسردہ تو مغموم ہیں دھارے
 اپنے میں کوئی شورِ تلاطم کو پکارے
 خود نکبتِ گلِ جرمِ چمن میں تھی ملوث
 جب غور سے دیکھا تو نہ بجلی نہ شرارے
 مائل بہ تغیر ہے یہاں فطرت بیتاب
 بدنام ہیں ساقی کی نگاہوں کے اشارے
 شاخوں پہ پکھرتے ہوئے گیسوئے پریشاں
 منسوب ہیں ان سے بڑے الہام کے پارے
 آئینِ مرآت وہی ترتیب کرے گا
 جو اپنے لہو سے زرخِ آلام نکھارے
 شاید کہ نئی فصل کی تقدیر جگا دیں
 یہ ہوش میں ڈوبے ہوئے مدہوش نگارے
 جب تک مرے ساغر میں چھلکتی رہی صہبا
 احساس میں زندہ رہے یہ چاند ستارے



آہن کی سُرخ تال پر ہم رقص کر گئے
 تقدیر تیری چال پہ ہم رقص کر گئے
 پیچھی بنے تو رفعتِ افلاک پر اڑے
 اہل زمیں کے حال پر ہم رقص کر گئے
 کانٹوں سے احتجاج کیا ہے کچھ اس طرح
 گلشن کی ڈال ڈال پہ ہم رقص کر گئے
 واعظ ! فریبِ شوق نے ہم کو لہھا لیا
 فردوس کے خیال پہ ہم رقص کر گئے
 ہر اعتبارِ حسنِ نظر سے گزر گئے
 ہر حلقہ ہائے جال پہ ہم رقص کر گئے
 مانگا بھی کیا تو قطرۂ چشمِ تصرفات
 ساغر ترے سوال پہ ہم رقص کر گئے



شعلے آئیں، دھواں اور آگ
ہائے مرے گلشن کے بھاگ

تیرے گھر میں سیپ اور موتی
میرا حصہ ریت اور جھاگ

آگ لگا دو دیدہ دل میں
گاؤ! گاؤ! دیکھ راگ

کوئی نہ آیا، کوئی نہ آیا
روز منڈیرے بولا کاگ

زلفِ تخیل سے اے ساغر
کھیل رہے ہیں کالے ناگ



آلام کی یورش میں بھی خورسند رہے ہیں
 نیرنگی حالات کے پابند رہے ہیں
 آفاق میں گونجی ہے مری شعلہ نوائی
 نالے مرے افلاک کا پیوند رہے ہیں
 ڈالی ہیں تریخاک نشینوں نے کسندیں
 ہر چند محلات کے در بند رہے ہیں
 ہر دور میں دیکھا ہے مری فکرِ رسا نے
 کچھ لوگ زمانے کے خداوند رہے ہیں
 ساغر نہ ملی منزل مقصودِ خرد کو
 ہاں قافلہ سالار جنوں مند رہے ہیں



دن کٹ گئے جنوں کے آلام کے سہارے
 سب کام چل گئے ہیں اک جام کے سہارے
 بے چینیوں کی منزل بے تابیوں کی راہیں
 کیا ڈھونڈتا ہے اے دل آرام کے سہارے
 حسرت سے دیکھتا ہوں مجروحِ عشرتوں کو
 اک صبح ہو رہی ہے اک شام کے سہارے
 اے سنگدل زمانے! رُودادِ عاشقی کا
 آغاز کر دیا ہے انجام کے سہارے
 ترے گیسوؤں کے سائے مری زندگی کا عثواں
 مری شاعری فروزاں ترے نام کے سہارے
 مایوسیوں کی مے سے مخمور ہو گئے ہیں
 ٹوٹے ہوئے سب ہیں اب کام کے سہارے
 کعبہ کے پتھروں کی اک داستاں ہے یارو
 تقدیرِ بندگی ہیں اصنام کے سہارے
 کتنی تجلیوں سے گھر جل رہے ہیں ساغر
 کتنی حقیقتیں ہیں اوہام کے سہارے



بھنور آنے کو ہے اے اہل کشتی ناخدا چن لیں
چٹانوں سے جو ٹکرائے وہ ساحل آشنا چن لیں

زمانہ کہہ رہا ہے میں نئی کروٹ بدلتا ہوں
انوکھی منزلیں ہیں کچھ نرالے رہنما چن لیں

اگر شمس و قمر کی روشنی پر کچھ اجارہ ہے
کسی بے درد ماتھے سے کوئی تارِ ضیا چن لیں

یقیناً اب عوامی عدل کی زنجیر چھٹکے گی
یہ بہتر ہے کہ مجرم خود ہی جرموں کی سزا چن لیں

اسیری میں کریں حُسنِ گلستاں کی نگہبانی
قفس میں بیٹھ کر طائرِ ذرا رنگِ فضا چن لیں

بگولے نکہتِ گلن کے نمائندے کہاں ساغر
سُنین جو بات پھولوں کی وہ ہمرازِ صبا چن لیں



متاعِ کوثر و زمزم کے پیمانے خری آنکھیں
فرشتوں کو بنا دیتی ہیں دیوانے خری آنکھیں

جہانِ رنگ و بو الجھا ہوا ہے انکے ڈوروں میں
لگی ہیں کا کل تقدیر سلجھانے خری آنکھیں

اشاروں سے دلوں کو چھیڑ کر اقرار کرتی ہیں
اٹھاتی ہیں بہارِ نو کے نذرانے خری آنکھیں

وہ دیوانے زمامِ لالہ و گلن تھام لیتے ہیں
جنہیں منسوب کر دیتی ہیں ویرانے خری آنکھیں

شگوفوں کو شراروں کا مچلتا روپ دیتی ہیں
حقیقت کو بنا دیتی ہیں افسانے تیری آنکھیں



صحنِ کعبہ بھی یہیں ہے تو صنم خانے بھی
 دل کی دنیا میں گلستاں بھی ہیں ویرانے بھی
 لوگ کہتے ہیں اجارہ ہے ترے جلوں پر
 اتنے ارزاں تو نہیں ہیں ترے دیوانے بھی
 آتشِ عشق میں پتھر بھی پگھل جاتے ہیں
 مجرمِ سوزِ وفا شمع بھی پروانے بھی
 کچھ فسانوں میں حقیقت کی جھلک ہوتی ہے
 کچھ حقیقت سے بنا لیتے ہیں افسانے بھی
 میرے اشعار ہیں تصویرِ تمنا ساغر
 ان کی آغوش میں ہیں درد کے افسانے بھی



سکوتِ غم سے جو گزرے نہ بھر ملی آواز
 یہیں کہیں انہی گلیوں میں کھو گئی آواز
 یہ کہکشاں میرے نغمات کی لڑی یارو
 کرن کرن کی سماعت میں ہے مری آواز
 بہت دنوں سے ہے پامال دل کا ہر غنچہ
 میں منتظر ہوں کوئی آئے شبنمی آواز
 نہ چھیڑ عذریہ محبت کی داستاں اسے دوست
 کہ بزمِ عشق میں ہوتی ہے خامشی آواز
 میں خود نگر ہوں کسی موڑ پہ نہ ٹھہروں گا
 ازل سے دیتی رہی مجھ کو زندگی آواز
 شبِ فراق کوئی مکننا کے گؤرا ہے
 کہ بن گئی ہے ستاروں کی روشنی آواز
 خدا کرے کہ ستاروں کو چھو سکے ساغر
 سرودِ زیست کے پردوں میں ڈوبتی آواز



جب سے دیکھا پری جمالوں کو
موت سی آ گئی خیالوں کو
دیکھ تشنہ لبی کی بات نہ کر
آگ لگ جائے گی پیالوں کو
پھر افق سے کسی نے دیکھا ہے
مُسکرا کر خراب حالوں کو
فیض پہنچا ہے بارہا ساقی
تیرے مستوں سے ان سوالوں کو
دونوں عالم پہ سرفرازی کا
ناز ہے تیرے پائمالوں کو
اس اندھیروں کے عہد میں ساغر
کیا کرے گا کوئی اُجالوں کو



رُشکِ خورشید و قمر یاد آیا
شعلہٴ رُخِ مستِ نظر یاد آیا

اشکِ آنکھوں سے برستے ہی رہے
جب کبھی وہ گلِ تر یاد آیا

آج کھولی جو بیاضِ غالب
معدنِ لعل و گہر یاد آیا

برقِ چمکی تو نشین دیکھا
شاخِ ٹوٹی تو ثمر یاد آیا

زخمِ سینے کے مہک اُٹھے ہیں
راحتِ قلب و جگر یاد آیا

چاند کی سمت جو دیکھا ساغر
اپنے ارماں کا سفر یاد آیا



پُھول کی پنکھڑی ! سرِ را ہے
یوندِ اک خون کی ! سرِ را ہے
منزلِ آرزو کہاں آئی
آنکھ اُن سے لڑی ! سرِ را ہے
آپ گزرے کہ جوئے سے گزری
مٹ گئی تشنگی ! سرِ را ہے
جانے پتھر کدھر سے آیا تھا
چوٹِ دل پر لگی ! سرِ را ہے
اے سمنِ بار کھڑکیوں والو
جھانک لینا کبھی ! سرِ را ہے
بن گئیں آج خیرتیں ساغر
مجمعِ بے کسی ! سرِ را ہے



مٹ گئیں روشنی میں تحریریں
جل گئیں چاندنی میں تصویریں

ہائے وہ تیرے عنبریں گیسو
لے اڑے زندگی کی تفسیریں

سُرخ کنگن کلائیوں میں ہلے
ہل گئیں دو جہاں کی تقدیریں

رسمِ فرہاد پھر کریں زندہ
آؤ پھر پتھروں کے دل چیریں

اے مریضِ الم ! تسلی رکھ
چارہ گر کر رہے ہیں تدبیریں

ہاں اچھا لو حیات کے ساغر
صبحِ محشر میں اور تاخیریں



کچھ حرفِ التجا تھے دُعاؤں سے ڈر گئے
اَرمانِ بندگی کے خداؤں سے ڈر گئے

اَب کون دیکھتا ہے ترے شمس کی طرف
سُورجِ مکھی کے پھولِ شعاؤں سے ڈر گئے

ہنس کر جو جھیلے تھے زمانے کی تلخیاں
اے چشمِ یار تیری اداؤں سے ڈر گئے

رنگیں فضا میں جل گئیں خاموشِ تہلیاں
آنچل اڑے تو پھولِ ہواؤں سے ڈر گئے

آہوں کو اعتبارِ سماعت سمجھ لیا
نغموں کی بے قرار صداؤں سے ڈر گئے

ساقی نے مُسکرا کے گلے سے لگا لیے
وہ آدمی جو اپنی خطاؤں سے ڈر گئے

تشنہ لبی نے ساغر و مینا کو ڈس لیا
زُلفوں کی مُست مُست گھٹاؤں سے ڈر گئے



دل ملا اور غم شناس ملا
پھول کو آگ کا لباس ملا
ہر شناور بھنور میں ڈوبا تھا
جو ستارہ ملا اداس ملا
مے کدے کے ہوا ہمارا پتہ
تیری زلفوں کے آس پاس ملا
مجھ کو تقدیر کی گزرگاہ میں
صرف تدبیر کا ہراس ملا
آبِ رضوان کی دھوم تھی ساغر
سادہ پانی کا اک گلاس ملا



چھپائے دل میں غموں کا جہان بیٹھے ہیں
 تمہاری بزم میں ہم بے زبان بیٹھے ہیں
 یہ اور بات کہ منزل پہ ہم پہنچ نہ سکے
 مگر یہ کم ہے کہ راہوں کو چھان بیٹھے ہیں
 فغاں ہے درد ہے سوز و فراق و داغِ الم
 ابھی تو گھر میں بہت مہربان بیٹھے ہیں
 اب اور گردشِ تقدیر کیا بتائے گی
 لٹا کے عشق میں نام و نشان بیٹھے ہیں
 وہ ایک لفظِ محبت ہی دل کا دشمن ہے
 جسے شریعتِ احساس مان بیٹھے ہیں
 ہے میکدے کی بہاروں سے دوستی ساغر
 ورائے حدِ یقین و گماں بیٹھے ہیں



مگر مگر میں پھیرا اپنا
کہیں نہیں ہے ڈیرا اپنا

گلی گلی میں آنا جانا
دو قدموں کا تانا بانا

چلتے جائیں بکتے جائیں
بھول اور پتھر چلتے جائیں

بجلی ہے رفتار ہماری
منزل ہے اس پار ہماری

کوئی نہیں ہے دشمن اپنا
صحرا اپنا گلشن اپنا

خاک زمانہ چھان چکے ہیں
دنیا کو پہچان چکے ہیں

ہر گونچے میں صدا لگائیں
گزریں اور گزرتے جائیں

اپنا ہو یا غیر ہو بابا
دل والوں کی خیر ہو بابا



مول اگر یک جائے ہستی
جنسِ محبت پھر بھی سستی

میں بھی چُپ ہوں تو بھی چُپ
دُنیا ہے پھر کی بستی

مستِ خلا میں میرے سجدے
کرتا ہوں آفاق پرستی

درد میں چینا اپنی ہمت
آگ میں جلنا کس کی ہستی

اپنی بادہ خُونِ وفا ہے
اپنی بوتلِ فاقہِ مستی

چہروں کو بدنام نہ کر دے
آئینوں کی چیرہ دستی

کون بلندی سے ٹکرایا
چنچ اٹھی ہے ساغرِ پستی



پھولِ مسلیں تو انہیں نغمہ و جھنکار ملیں
 میں نے کانٹے تو نہیں بوئے کہ انگار ملیں
 آنکھ لرزاں ہے سرِ محفلِ ہستی اے دوست
 ان کی چلمن کے قریں تشنہ دیدار ملیں
 اُس کو ادراک کی پُر نور زباں کہتے ہیں
 جس میں انسان کی تعظیم کے اطوار ملیں
 ایسی مجروحِ تمنا ہی صلیبِ غم ہے
 جس کو غنچے بھی بہاروں میں گرفتار ملیں
 خونِ دل شرط ہے اے یارِ بصیرت کے لیے
 یہ بھی ممکن ہے کہ صحراؤں میں گلزار ملیں
 حیف اُس چارہ گرِ وقت کی قسمتِ ساغر
 جس کو ہر گام پہ تقدیر کے پیار ملیں



نکلے صدف کی آنکھ سے موتی مرے ہوئے
 پھوٹے ہیں چاندنی میں شکوے جلے ہوئے
 ہے اہتمامِ گریہ و ماتم چمن چمن
 رکھے ہیں مقتلوں میں جنازے سجے ہوئے
 ہر ایک سنگِ میل ہے اب تنگِ رہگذر
 ہیں رہبروں کی عقل پر پتھر پڑے ہوئے
 بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں
 کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے
 اب میکدے میں بھی نہیں کچھ اہتمامِ کیف
 ویران ہیں شعور تو دل ہیں بکھے ہوئے
 ساغر یہ واردات بھی کتنی عجیب ہے
 نغمہ طرازِ شوق ہوں لب ہیں سلے ہوئے



یقین کر کہ یہ کہنہ نظام بدلے گا
 مرا شعور مزاج عوام بدلے گا
 یہ کہہ رہی ہیں فضائیں بہارِ ہستی کی
 نیا طریقِ قفس اور دام بدلے گا
 نفسِ نفس میں شرارے سے کروٹیں لیں گے
 دلوں میں جذبہٴ محشرِ خرام بدلے گا
 مروتوں کے جنازے اٹھائے جائیں گے
 سنا ہے ذوقِ سلام و پیام بدلے گا
 دل و نظر کو عطا ہوں گی مستیاں ساغر
 یہ بزمِ ساقی یہ بادہ یہ جام بدلے گا



کاروبارِ وفا کا نام نہ لو
 آدمی کی سزا کا نام نہ لو
 راہزنِ شرمسار سے ہوں گے
 راہبرِ راہنما کا نام نہ لو
 ڈوب جاتی ہیں کشتیاں اکثر
 کیا ہوا، نا خدا کا نام نہ لو
 کس نے توڑا ہے کاسۂ مجنوں
 ان کے دستِ سخا کا نام نہ لو
 کون چپکے سے پی کے گڑرا ہے
 زلبدِ پارسا کا نام نہ لو
 رنگ اڑ جائے گا شگوفوں کا
 اعتبارِ صبا کا نام نہ لو
 ذوقِ انسان کی مفلسی ساغر
 کہہ رہی ہے خدا کا نام نہ لو



جل رہا ہے چراغِ تنہائی
تو سنِ زندگی کہاں آئی

میرے نغموں میں ڈوب جاتی ہے
فیض اور قاسمی کی شہنائی

وہ فنا کی حدود سے گزرا
جس نے ٹھوکر حیات کی کھائی

میں شرارہ نہیں ستارہ ہوں
میں نے دڑوں کی زلف سلجھائی

دیکھ کر زرد کوئلیں ساغر
موسمِ گلن کی بات یاد آئی



مضمحل دردِ غم ہے بے چارہ
پھر مجھے زندگی نے لاکارا

سلطنت ہے قناعتِ درویش
ہر نفس ہے سکندر و دارا

داغ ہیں گلِ چمن کے سینے پر
اشک افشاں ہے چشمِ نظارہ

کاش تکمیلِ آرزو کے لیے
پھر میسر ہو ذوقِ آوارہ

ہیں ضیاءوں کی بخششیں ساغر
ذرہ ذرہ ہے آج مہ پارہ



آزادیوں کے نام پہ رُسوائیاں ملیں
 مشکل سے تیرے درد کی پہنائیاں ملیں
 ساقی نے جھوٹ بولا ہے فصلِ بہار کا
 گلشن میں صرف آگ کی انگڑائیاں ملیں
 مجھ کو ملے ہیں قریہِ مہتاب میں گڑھے
 تجھ کو تو پتھروں میں بھی رعنائیاں ملیں
 ہم نے انہیں کو صورتِ جاناں بنا لیا
 دیوارِ آرزو پر جو پرچھائیاں ملیں
 اُن پر نثارِ محفلِ ہستی کی رونقیں
 اے دوست! میکدے میں جوتھائیاں ملیں
 ہر تجربے میں ساغرِ مے کا جواز ہے
 ہر فلسفے میں زلف کی گہرائیاں ملیں



بازارِ آرزو کی نوا دام چڑھ گئے
 ہر چیز قیمتوں سے سوا دام چڑھ گئے .
 بے غارۂ بہار سے محروم ان دنوں
 مخمور گیسوؤں کی گھٹا دام چڑھ گئے
 اب قرض سے بحال ہو مشکل سے دوستو!
 کہتی ہے میکدے کی فضا دام چڑھ گئے
 بے چین سُرخ سُرخ لبوں کی فصاحتیں
 ہیں نکھوں سے رنگ خفا دام چڑھ گئے
 ہر ماہ لٹ رہی ہے غریبوں کی آبرو
 چڑھنے لگا ہلالِ قضا دام چڑھ گئے
 اے وقت مجھ کو غیرتِ انساں کی بھیک دے
 روٹی میں پک گئی ہے رِوا دام چڑھ گئے
 اے احتسابِ زیست کی لٹکی ہوئی صلیب
 ہر روز جیسے روزِ جزا دام چڑھ گئے
 نقدِ خرد سُردِ تمنا کا مول ہے
 ارماں کا رنگ زرد ہوا دام چڑھ گئے



احتیاطاً فقر کا ہر مرحلہ کٹتا رہا
اتفاقاً آپ کی خیرات کا دھڑکا رہا
آج پھر شبنم کے قطروں نے بجایا جلت رنگ
آج پھر دامن مری آواز کا بھیگا رہا
کوئی آیا ہے نہ آئے گا دلِ ناواں کبھی
میرے دروازے کا پردہ تو سدا ہلتا رہا
رات کی رانی کا جھونکا تھا کسی کی یاد بھی
دیر تک آگنِ مرے احساس کا مہکا رہا
تیز رو چلتے ہیں ساغر قافلے اس نام سے
رہنماؤں سے ہمیشہ راہزن اچھا رہا



چمن پہ دام پہ درویش مُسکراتا ہے
 ہر اک مقام پہ درویش مُسکراتا ہے
 صُراحی بزم میں جب قہقہے اُگلتی ہے
 سکوتِ جام پہ درویش مُسکراتا ہے
 ہزار حشر اُٹھا اے تغیر دُنیا
 ترے خرام پہ درویش مُسکراتا ہے
 شفیق میں خونِ شہیداں کا رنگ شامل ہے
 فروغِ شام پہ درویش مُسکراتا ہے
 کبھی خُدا سے شکایت کبھی گلہ خود سے
 مذاقِ عام پہ درویش مُسکراتا ہے
 ہوسِ مشیر ہو جس بادشاہ کی ساغر
 تو اس غلام پہ درویش مُسکراتا ہے



جگر کے زخم جاگے ایک شامِ نو بہار آئی
نہ جانے تیری گلیوں سے فضائے مشکبار آئی

اسیروں نے نئی دُھن میں کوئی فریاد چھڑی ہے
شگوفے مُسکرائے اک صدائے کیف بار آئی

ہے گردِ کارواں کی گود میں شاید کوئی منزل
سُوائے رہنماؤ! اک نویدِ لالہ زار آئی

کسی رنبدِ جہاں کش نے کوئی پیمانہ توڑا ہے
تمناؤں کے گلزاروں میں اک صوتِ ہزار آئی

جبینِ عشق نے سجدے کیے تقدیسِ اُلفت کے
چمن میں رقص فرماتی ہوئی موجِ نثار آئی

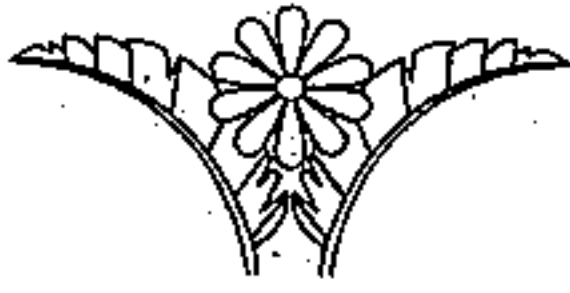
شگفتہ کس قدر مجموعہ اشعارِ ساغر ہے
صبا لے کر چمن میں جیسے پیغامِ قرار آئی



خیال ہے کہ بجھا دو یہ روشنی کے چراغ
 کہ مستیوں نے جلائے ہیں بیخودی کے چراغ
 چلو نگاہ کی مشعل کو ساتھ لے کے چلیں
 فرازِ شوق پہ روشن ہیں آگہی کے چراغ
 روشِ روش پہ ہراساں ہیں چاند کی کرنیں
 قدم قدم پہ سلگتے ہیں بیکسی کے چراغ
 مچل رہے ہیں بہت سانپ آستیوں میں
 بھڑک رہے ہیں ابھی شامِ راستی کے چراغ
 چمک رہی ہے لڑی موتیوں کے سینے پر
 جلانے کس نے یہ گلہائے شبِ نیمی کے چراغ
 اچھال ساغرِ نئے دل بحال ہوں ساقی
 کہ روشنی کو ترستے ہیں زندگی کے چراغ



گل کو شبنم سے آگ لگ جائے
 موج کو زم سے آگ لگ جائے
 بزمِ تقدیس کی فضاؤں میں
 حسنِ برہم سے آگ لگ جائے
 ایسے زخموں کو کیا کرے کوئی
 جن کو مرہم سے آگ لگ جائے
 کاش! اے زندگی کی رقاہ
 تیری چھم چھم سے آگ لگ جائے
 دل کی بے تاب آہٹوں میں ندیم
 زلفِ برہم سے آگ لگ جائے
 چاندنی کے سہاگ میں ساغر
 چشمِ پرہم سے آگ لگ جائے



کلیوں کی مہک ہوتا تاروں کی ضیا ہوتا
 میں بھی ترے گلشن میں پھولوں کا خدا ہوتا
 ہر چیز زمانے کی آئینہ دل ہوتی
 خاموش محبت کا اتنا تو صلہ ہوتا
 تم حال پریشاں کی پریش کے لیے آتے
 صحرائے تمنا میں میلہ سا لگا ہوتا
 ہر گام پہ کام آتے زلفوں کے تری سائے
 یہ قافلہ ہستی بے راہنما ہوتا
 احساس کی ڈالی پر اک پھول مہکتا ہے
 زلفوں کے لیے تم نے اک روز چٹا ہوتا



تیری نظر کا رنگ بہانوں نے لے لیا
افسردگی کا رُوپ ترانوں نے لے لیا

جس کو بھری بہار میں غنچے نہ کہہ سکے
وہ واقعہ بھی میرے فسانوں نے لے لیا

شاید ملے گا قریہِ مہتاب میں سکوں
اہلِ جُرد کو ایسے گمانوں نے لے لیا

یزداں سے بچ رہا تھا جلالت کا ایک لفظ
اس کو حرم کے شوخ بیانوں نے لے لیا

تیری ادا سے ہو نہ سکا جس کا فیصلہ
وہ زندگیکہ رازِ نشانوں نے لے لیا

افسانہ حیات کی تکمیل ہو گئی
اپنوں نے لے لیا کہ بیگانوں نے لے لیا

بھولی نہیں وہ قوسِ قزح کی سی صورتیں
ساغر تمہیں تو مست دھیانوں نے لے لیا



گدا قناعت کو بیچتے ہیں
خدا کی دولت کو بیچتے ہیں
یہ حُسن والے قدم قدم پر
قرار و راحت کو بیچتے ہیں
عجیب ہیں باغباں چمن کے
گلوں کی نکہت کو بیچتے ہیں
وطن میں ایسے بھی رہنما ہیں
مئے قیادت کو بیچتے ہیں
یہ واعظ و پارسا خُدا یا
تیری فضیلت کو بیچتے ہیں
خرد کا لیتے ہیں نام ساغر
جنوں کی عظمت کو بیچتے ہیں



یہ جو شام و سحر کا میلہ ہے
 سب تمہاری نظر کا میلہ ہے
 بہتے دریا کی موج سے پوچھو
 عاشقی چشمِ تر کا میلہ ہے
 میرے برباد آشیاں کو نہ دیکھ
 یہ بہاروں کے گھر کا میلہ ہے
 پھر ملیں گے اگر بہار آئی
 زندگی رہگذر کا میلہ ہے
 چاندنی میں قرارِ دل نہ لٹا
 چاندنی رات بھر کا میلہ ہے
 جل چکی شاخِ آشیاں اے دوست
 پھر بھی برق و شرر کا میلہ ہے
 سستی ماہ میں چلو ساغر
 آج راوی نگر کا میلہ ہے



اُچھال جام کہ تسخیر کائنات کریں
بکھیر زلف کہ تنظیم حادثات کریں

شکست بازیِ دوراں ہے ایک جُرعہ مے
چلو کہ بازیِ دوراں کو آج مات کریں

بُجھا چراغِ نظر لٹ چکی ہے بزمِ حیات
چلو کہ صبح کے تارے سے کوئی بات کریں

روشِ روش پہ سجائیں خن کے گلدستے
بہارِ فکر سے تزیینِ کائنات کریں

وہ جن کو خوف ہو گردابِ وقت سے ساغر
وہ اپنی ناو سپردِ غمِ حیات کریں



تدبیر کا کاسہ ہے تقدیر گدا گر ہے
ایوانِ سخاوت کی تعمیر گدا گر ہے
سورنگ بھرے اس میں پھر بھی یہ رہی مورت
احساسِ مصور میں تصویر گدا گر ہے
حالات کے دامن میں افلاس تغیر ہے
اس دور میں انساں کی توقیر گدا گر ہے
اب شہر بصیرت کی اونچی ہوئیں دیواریں
چڑھتے ہوئے سورج کی تنویر گدا گر ہے
ہر داغِ حمّتا ہے سشکولِ غم ہستی
آہوں سے شکایت ہے تاثیر گدا گر ہے
جھنکار کی ہر صورت در یوزہٴ نغمہ ہے
ساغرِ دہزنداں پہ زنجیر گدا گر ہے



جو حادثے یہ جہاں میرے نام کرتا ہے
 بڑے خلوص سے دل نذرِ جام کرتا ہے
 ہمیں سے قوسِ قزح کو ملی ہے رنگینی
 ہمارے در پہ زمانہ قیام کرتا ہے
 ہمارے چاکِ گریباں سے کھیلنے والو
 ہمیں بہار کا سورج سلام کرتا ہے
 یہ میکدہ ہے یہاں کی ہر ایک شے کا حضور
 غمِ حیات بہت احترام کرتا ہے
 فقیہِ شہر نے تہمت لگائی ساغر پر
 یہ شخص درد کی دولت کو عام کرتا ہے



یہ جو دیوانے سے دو چار نظر آتے ہیں
 ان میں کچھ صاحبِ اسرار نظر آتے ہیں
 تری محفل کا بھرم رکھتے ہیں سو جاتے ہیں
 ورنہ یہ لوگ تو بیدار نظر آتے ہیں
 دور تک کوئی ستارہ ہے نہ کوئی جگنو
 مرگِ اُمید کے آثار نظر آتے ہیں
 میرے دامن میں شراروں کے سوا کچھ بھی نہیں
 آپ پھولوں کے خریدار نظر آتے ہیں
 کل جنہیں پُچھو نہیں سکتی تھی فرشتوں کی نظر
 آج وہ رونق بازار نظر آتے ہیں
 حشر میں کون گواہی مری دے گا ساغر
 سب تمہارے ہی طرف دار نظر آتے ہیں

نظمیں

چمن چمن، کلی کلی، روش روش پکار دو
وطن کو سرفروش دو، وطن کو جاں نثار دو
جو اپنے غمیں بے کراں سے کوہِ سارِ پیس دیں
جو آسمان کو چیر دیں ہمیں وہ شہسوار دو

یہی ہے عظمتوں کا اک اصولِ جاوداں حضور
امیر کو شجاعتیں، غریب کو وقار دو
نظرِ نظر میں موجزنِ تجلیوں کے قافلے
وہ جذبہٴ حیاتِ نو بشرِ بشر ابھار دو

شعور کے لباس میں صداقتیں ہیں منتظر
خلوص و اعتبار کے جہان کو نکھار دو
تصوراتِ زندگی کو پھر لہو کا رنگ دیں
چلو! جنوں کی وسعتوں پہ دانشوں کو وار دو

فضائیں جس کی نکھوں سے ہوں وقارِ گلستاں
تو ایسے ایسے پھول کو ستارہٴ بہار دو
جو قلبِ نظر کے ساتھ ساتھ میکدے کو پھونک دے
مجھے خدا کے واسطے وہ جامِ پُر اسرار دو
چھلک رہا ہے خلوتوں میں ساغرِ مشاہدات
اٹھو! سخنو رو! زمیں پہ کہکشاں اتار دو

میرے وطن

جانِ فردوس ہیں تیرے کوہ و دمن زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن
تجھ پہ صدقے ہے تن تجھ پہ قرباں ہے مَن زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن
تیرے دریاؤں میں ہیں سفینے رواں اے مقامِ جہانگیر و نور جہاں
تیرا ہر قریہ ہے گلستاں بوستاں تیرے کانٹے بھی ہیں مجھ کو غنچہ دہن
زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن

تیرے چک اور گاؤں ارم زاد ہیں کھیتیاں آسمانوں کی بنیاد ہیں
تیرے دیہات تقدیس آباد ہیں تیرے نغمے نئے اور ساز کہن
زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن

تجھ میں لاہور ہے تجھ میں ملتان ہے تو کہ وارث کا روشن قلم دان ہے
تو بلوچوں پٹھانوں کا قرآن ہے تو کہ ایمان کے چاند کی ہے کرن
زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن

تیری آغوش میں ہے قلندر کا در تیری مٹی میں پنہاں ہے گنجِ شکر
تو نے دیکھے ہیں داتا سے اہلِ نظر تو کہ سلطانِ باہو کی ہو کا وزن
زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن

تو ہے خیر کے درکا میں اے وطن کام تیرا ستارہ جبین اے وطن
کوئی دنیا میں تجھ سا نہیں اے وطن تیرے ذرے بھی ہیں مجھ کو دُرِ عدن
زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن

میرے وطن کے راہنماؤ

میرے وطن کے راہنماؤ! جس میں ہو صدیق کی عظمت
جس میں ہو فاروق کی جرأت
جس میں ہو عثمان کی عقیدت
جس میں ہو حیدر کی شجاعت
اک ایسا آئین بناؤ
اک ایسا آئین بناؤ

طارق کی تدبیر ہو جس میں
محن کی زنجیر ہو جس میں
خالد کی تقدیر ہو جس میں
قرآن کی تاثیر ہو جس میں
اک ایسا آئین بناؤ
اک ایسا آئین بناؤ

عقل و خرد کی آنکھ کا تارا
مفلس اور نادار کا پیارا
طوفاں میں مضبوط کنارہ
جہد و عمل کا بہتا دھارا
اک ایسا آئین بناؤ
اک ایسا آئین بناؤ

سر توڑے جو مغروروں کا
دارِ ستم کے منصوروں کا
ساتھی ہو جو مجبوروں کا
محکوموں کا مجبوروں کا
اک ایسا آئین بناؤ
اک ایسا آئین بناؤ

خدمتِ انساں کام ہو جس کا
کام فقط اسلام ہو جس کا
فیضِ سخاوت عام ہو جس کا
شانِ سلف پیغام ہو جس کا
اک ایسا آئین بناؤ
اک ایسا آئین بناؤ

ترانہ

جیو سرفروشو! جیو جاں نثارو
 ملی ہے تمہیں شہرتِ جاودانہ
 جیو سنگ و آہن کے تسخیر کارو
 جہین وطن کے چمکتے ستارو
 شجاعت کی دنیا میں تم ہو یگانہ

خدا نے سکھائی تمہیں رزم گاہی
 روایاتِ اسلام کے شہ پارو
 تمہی موجِ توحید کے ہوسپاہی
 جیو سرفروشو! جیو جاں نثارو

نگہبانِ ناموسِ حیدر تمہی ہو
 گلستانِ ملت کی ہستی بہارو
 سر بحر ہستی شناور تمہی ہو
 جیو سرفروشو! جیو جاں نثارو

تمہی سے ہے بیدار الفت وطن میں
 وطن کی حقیقت کے پروردگارو
 تمہی سے ہے آباد جنت وطن میں
 جیو سرفروشو! جیو جاں نثارو

ترانہ

الجہاد و الجہاد و الجہاد و الجہاد
کامیاب و کامگار و کامران و بامراد
جاگ اٹھا ہے اخوت اور فراست کا نظام
عظمتِ افلاک سے ارضِ وطن ہے ہم کلام
وادی کشمیر سے آئی صدائے انتقام
پھونک دو سوزِ عمل سے ظلم کے ناموس و ناد

الجہاد و الجہاد و الجہاد و الجہاد

بڑھ چلیں جو رستم بیداد کی من مانیوں!
ہم نہ ہونے دیں گے گلشن پر شررا فشانیاں
ہم عدم کی جستجو ہم سے ازل سامانیاں
ہم کو رکھے گی نوشتہ کی طرح تاریخِ یاد

الجہاد و الجہاد و الجہاد و الجہاد

اے فضاؤں کے دلیرو! فاتحانِ محروبر
جن کے بازو جن کے چہرے غیرتِ شمسِ قمر
رزمِ گاہ کر بلا پھر ہے تمہاری منتظر
دستِ حیدر کو ملی اللہ سے تحسین و داد

الجہاد و الجہاد و الجہاد و الجہاد

ترانہ

انتخابِ آرزو ہیں فتح و نصرت کے چراغ
ہیں فروزاں خونِ دل سے ملک و ملت کے چراغ

پھر بنامِ طارق و خالد ذرا روشن کریں
ظلمتوں کی آندھیوں میں عزم و جرأت کے چراغ

ان میں مضمحل ہے تجلی جلوہ گاہِ بدر کی
بُجھ نہیں سکتے کبھی راہِ شجاعت کے چراغ

جھللاتی ہیں صدائیں جگمگاتی ہے فضا
غیرتِ شمس و قمر ہیں اپنی ہمت کے چراغ

مُسکراتے ہی رہیں گے گلشنِ توحید میں
اپنی سطوت کے شگوفے اپنی عظمت کے چراغ
ہم نے ساغرِ وقت کی تاریخ کو زندہ کیا
راہِ انساں میں جلایں ہم نے خدمت کے چراغ

آئین بنایا جائے گا

سُننا ہوں وطن کا اک ایسا آئین بنایا جائے گا
دُکھ درد کے مارے لوگوں کی قسمت کو جگایا جائے گا

پھولوں کی طبیعت بدلے گی شاخوں پہ ترانے مہکیں گے
احساسِ نظر کی دولت کو ذروں میں لٹایا جائے گا

پُر نور جبینوں کی خاطر پابند حیا ہو جائے گا
عرفانِ صداقت کی ضو کو سینوں میں بسایا جائے گا

مجرورِ سکوں صحراؤں میں سچ مچ کے شگوفے جاگیں گے
محبوسِ تلاطمِ ناؤ کو ساحل سے لگایا جائے گا

کہتے ہیں کہ جس کے پینے سے سرشارِ معیشت ہوتی ہے
وہ جامِ تمنا ہونٹوں سے ہنس ہنس کے لگایا جائے گا

پاکستان کے سیاستدان

گرانی کی زنجیر پاؤں میں ہے
وطن کا مقدر گھٹاؤں میں ہے

اطاعت پہ ہے جبر کی پہرہ داری
قیادت کے ملبوس میں ہے شکاری

سیاست کے پھندے لگائے ہوئے ہیں
یہ روٹی کے دھندے جمائے ہوئے ہیں

یہ ہنس کر لہو قوم کو پھوستے ہیں
خدا کی جگہ خواہشیں پوجتے ہیں

یہ ڈالر میں آئین کو تولتے ہیں
یہ لہجہ میں سرائے کے بولتے ہیں

ہے غارت گری اہل ایمان کا شیوہ
بھلایا شیاطین نے قرآن کا شیوہ

اُٹھو نوجوانو ! وطن کو بچاؤ
شراروں سے حدِ چمن کو بچاؤ

پاکستان کے تیس سال

بیت چکے ہیں تیس سال گونگا ماضی اندھا حال
 اُجڑے پنچھی ٹوٹی ڈال پھیلے ہیں انجانے جال
 بیت چکے ہیں تیس سال
 عزم سے خالی ہے دستور جہد و عمل کی منزل دور
 شمع قیادت ہے بے نور گلشن میں پھولوں کا کال
 بیت چکے ہیں تیس سال
 عقل و فراست ہیں بیمار فکر و نظر وائے بیکار
 دیدہ وحشت ہے بیدار لرزاں ہے ہمت کی ڈھال
 بیت چکے ہیں تیس سال
 بھاری ہیں ہم پر اغیار بھولے طارق اور ضرار
 نغمہ وحدت سے سرشار ملت کی عظمت کے لال
 بیت چکے ہیں تیس سال
 اپنے سفینے آپ جلاؤ سینوں میں اک آگ لگاؤ
 دین محمد کے شیداؤ گہری ہے ظلمت کی چال
 بیت چکے ہیں تیس سال
 ساغر کو دیکھا تو ہو گا آپ ہی اپنے غم پر ہنستا
 ابھی ابھی تھا راہ سے گزرا پکھرے پکھرے اُچھے بال
 بیت چکے ہیں تیس سال

زخمی مجاہد کی التجا

خالد و ضار کے جذبات سے سرشار ہوں
کفر و باطل کے لیے فولاد کی دیوار ہوں
میں ہوں تاجر کی چمک میں تیغ کی جھنکار ہوں
میں محاذِ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں

کوئی لکارے مری غیرت کو ہے کس میں مجال
میرا سینہ میرے بازو سنگ و آہن کی مثال
میں ہوں دنیا میں امین پرچمِ نجم و ہلال
جانبِ ظلمات اک توحید کی یلغار ہوں
میں محاذِ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں

میں نے صحراؤں میں تپتی ریت کو ٹھنڈا کیا
میں نے درسِ فصلِ گل دشت و بیاباں کو دریا
فرض کی مے کو شجاعت کے پیالے میں پیا
میں مسلمان قوم کا اک فردِ شعلہ بار ہوں!
میں محاذِ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں

فاتح تاریخ عالم غازیِ اسلام ہوں
وارثِ تنظیمِ آدم غازیِ اسلام ہوں

خادمِ شبیر و قاسمِ غازیِ اسلام ہوں
سامراجیت کے سر پر گونجتی تلوار ہوں
میں محاذِ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں

دشمن دیں کو رعونت کا چکھانا ہے مزا
بزدلوں کو کارِ ذلت کا چکھانا ہے مزا
ظالموں کو ان کی فطرت کا چکھانا ہے مزا
میں جہاں میں آپ اپنے وقت کا مختار ہوں
میں محاذِ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں

زخم ہیں میرے لیے غنچے مرے گھاؤ ہیں پھول
چوٹ کھا کر مسکرانا میری فطرت کا اصول
ملک و ملت کے لیے جامِ شہادت ہے قبول
میں فضائے آتشیں میں صورتِ گلزار ہوں
میں محاذِ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں

پھر مجھے جنتِ بلائی ہے اجازت دیجیے
یہ گھڑی قسمت سے آتی ہے اجازت دیجیے
دل کی دھڑکن مسکراتی ہے اجازت دیجیے
میں حصارِ وقت میں اک جاگتا کردار ہوں
میں محاذِ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں

عزیز بھٹی شہید

یہ مزارِ عزیز بھٹی ہے
 اس پہ رحمتِ سدا برستی ہے
 ذرہ ذرہ ہے سجدہ گاہِ وفا
 خاکِ مرقدِ تجلیوں کی روا
 لوحِ ثربتِ شجاعتوں کی سند
 گوشہٴ خلدِ گلِ بدوشِ نحد
 حوروِ غلماں دُعائیں پڑھتے ہیں
 باغِ جنت کے مہول چڑھتے ہیں
 شانِ بازوئے حیدریؑ کا چلن
 ملک و ملت کے جاں نثارِ جن
 کفر و باطل کی توڑ کر یلغار
 دے گیا ایک منزلِ بیدار
 اس کی سرشارِ جراتوں کو سلام
 اس کی بیدارِ عظمتوں کو سلام

عزیز بھٹی شہید کے بیٹے کے نام

پھول گلشن میں کھلیں تیری لطافت کے لیے
 مسکرائے چاندنی تیری محبت کے لیے
 تو نہال سرفروشی کا درخشندہ ثمر
 جگمگائے بزمِ ہستی تیری عظمت کے لیے
 ہر طلوعِ صبحِ نو تیرے ہمکنے کی ادا
 تُو ہو اک روشن ستارہ شامِ ظلمت کے لیے
 اے کہ فرزندِ شجاعتِ غنچہ فصلِ بہار
 تیرے ہونٹوں کی ہنسی محسنِ ہونفطرت کے لیے
 تیرا ملکوتی تبسم! آبروئے انتقام!
 تیری غوں غوں رجز ہو اک قوم و ملت کے لیے
 تیرے تھے تھے بازو تیرے تھے تھے ہاتھ
 ہوں سدا پرچم کشا انساں کی عظمت کے لیے

۶ ستمبر کے گمنام شہید

فتح و نصرت کی نوید	چھ ستمبر کے شہید
اک نشان آرزو	اک جہان آرزو
صدیق کا ایمان تم	پردہ عثمان تم
اور علی کا غلغلہ	تم عمر کا ولولہ
تم ہو تفسیر حسین	تم ہو شمشیر حسین
کامیاب و کامراں	تم وطن کے پاسباں
تم قیادت کے ایاغ	تم رسالت کے چراغ
نازش قوم و وطن	صحیح بظہا کی کرن
فاتحان بحر و بر	قوم کے لختِ جگر
ظلمتوں پر چھا گئے	کوہ سے ٹکرا گئے
کلمہ قرآن کی ردا	صحن کعبہ کی صدا
عظمتوں کے شاہکار	سبز گنبد کی بہار
تم نے روشن کر دیئے	راستے فردوس کے

سرور شہید

بج رہا تھا غیند کا دل کش رُباب
بج گیا اک آن میں ایوانِ خواب

جگمگاتی ہے تقدس کی بہار
دیکھتا کیا ہوں فرشتوں کی قطار

حُسنِ یزداں سے منور ہے جہیں
خُور و غلاں کے لبوں پر آفریں

چل رہے ہیں نور کی شمعیں لیے
جلوہ گاہِ طور کی شمعیں لیے

یک بیک اک قبر پر آکر رُکے
فاتحہ پڑھنے کو تعظیماً جھکے

تھیں فضا میں دُور تک جلوہ نگار
جھلملایا روشنی کا اک مزار

آسمانوں سے مجھے آئی نوید
زندہ باد اسے مدفنِ سرور شہید

شامی شہید

زندہ و پائندہ ہیں شامی شہید
خاکِ مرقد بابِ جنت کی کلید
ایک پیکرِ جرأتِ بیدار کے
مِثل تھے فولاد کی دیوار کے
جو باطل کی اداؤں پر ہنسے
آگِ برساتی فضاؤں پر ہنسے
رُوبرو کانٹوں کے سینہ کر دیا
نذرِ ناموسِ مدینہ کر دیا
ان کی تربت ہے وطن کی آبرو
اک مُسلمان کے چلن کی آبرو

الفتح کا ایک مجاہد

اے مقدس سرزمین تیری قسم !
تُو نہیں تو زندگی بے نور ہے
تیرے بیٹوں کی جبینوں کے لیے
تیرا ہر ذرہ چراغِ طور ہے

شجھ سے دل کی دھڑکنیں مخمور ہیں
شجھ سے تابندہ ہے قلبِ آرزو
چھین لیں گے ایک دن اغیار سے
تیری گلیوں کی سلگتی آبرو

دل کے چھالوں کی بنا کر گولیاں
توپ اور بندوق لے کر آئیں گے
ظلم کے پرزے اڑانے کے لیے
دُورِ فاروق لے کر آئیں گے

اقصىٰ

مکئد مسجد اقصیٰ کی ضیاء واپس لو
اپنے اسلاف کی عظمت کو ذرا واپس لو

آ رہی ہے یہ فضاؤں سے صدائے جوہر
قصرِ ایمان کی پُر نور ضیاء واپس لو

پھر اٹھو خالدؓ و ضرار و عبیدہؓ بن کر
سطوتِ عہدِ عمرؓ بہرِ خدا واپس لو

توڑ دو دستِ ستمِ درہٴ فاروقیؓ سے
ہنجرِ جبر سے آئینِ وفا واپس لو

اس سے پہلے کہ اتر آئے زمیں پر سورج
اپنی بے تاب جبینوں کا صلہ واپس لو

ضربِ محمود

امتحان آن پڑا ہے تو کوئی بات نہیں ہم نے سو بار زمانے کے بھرم توڑے ہیں
ضربِ محمود ابھی زندہ و پائندہ ہے ہم نے بُت خانہ دوراں کے صنم توڑے ہیں

جاگتی قوم کو للکار کے چھپنے والو ارجن و بھیم کے کردار کی توہین ہو تم
دیدہ وقت کو دیتے ہو فریبِ جمہور خرمنِ امن میں اک شعلہ رنگین ہو تم

تم نے سمجھا تھا کہ سویا ہے وہ مردِ آہن جس کی للکار سے میدانِ دہل جاتے ہیں
اس کی شفاف جبین پر جو ذرا گرد پڑے انقلابات زمانے کے سنبھل جاتے ہیں

قوتِ لشکرِ اسلام جھیلو تو سہی

بھول کر منجہ حیدر سے اُلجھ بیٹھے ہو

شند موجوں کے شنادر سے ملائی ہے نظر

خاک اور خون کے خوگر سے اُلجھ بیٹھے ہو

گلر دست و گریبان ہی رہیں گے ساغر امن کی مشعلِ روشن کے امیں ہم ہی تو ہیں
ہم سے آزادیِ احساس و نظر ہے منسوب آسماں جس کو پکارے وہ زمیں ہم ہی تو ہیں

لیلیٰ خالد

اے فلسطین کی دلہن
تیرا زیور جراتوں کا بانگین
تیری شہنائی سلاسل کی چھنن
تیرا کاجل ہے دھواں بارود کا
تیری مہندی بن گئی خاکِ وطن
اے فلسطین کی دلہن

ہے تری بارات میدانِ دعا
تیری ڈولی تیرا محل مورچہ
ہے شہادت رسمِ ایجاب و قبول
توپ کا گولہ مبارک کی صدا
تیرا سہرا گولیاں ہیں اور گن
اے فلسطین کی دلہن

ہے اسیری سے تری ملت ملول
زخمِ تیری تیج کے رنگین پھول
لبلی پستول کی کاکل کا خم
غازہ رخسار ہے وادی کی دھول
تیرا جھومر ہے شجاعت کا چلن

انقلابِ وقت

ایک یہ بھی انقلابِ وقت کی تصویر ہے
 راہزنی، غارت گری، بیداد کی تشہیر ہے
 عاقبت ہے سر برہنہ آبرو نچر ہے
 نعرہ حق و صداقت لائقِ تعزیر ہے
 ایک یہ بھی انقلابِ وقت کی تصویر ہے

ایک شب اُجڑا کسی بابا کی بیٹی کا سہاگ!
 اڑ گئی پھولوں کی خوشبوؤں گئے کلیوں کو ناگ
 ظلمتوں میں رہے ہیں چاندنی راتوں کے بھاگ
 آدمیت ان دنوں اک لاشہ تقدیر ہے
 ایک یہ بھی انقلابِ وقت کی تصویر ہے

ایک بیچارے نے دم توڑا شفا گھر کے قریب
 برق کے جھٹکے سے ٹھنڈا ہو گیا اک بدنصیب
 لاریوں کی ٹکروں سے مر گئے کتنے غریب
 آج ہر مظلوم کی فریاد بے تاثیر ہے
 ایک یہ بھی انقلابِ وقت کی تصویر ہے

اک محلہ سے کسی کا لاڈلا گم ہو گیا
وائے قسمت ایک بوڑھے کا عصا گم ہو گیا
کارواں سے نغمہ بانگِ درا گم ہو گیا

ایک یہ بھی انقلابِ وقت کی تصویر ہے
چھن گئی مزدور کی پونجی بھرے بازار میں
اور مجرم ہو گئے مفرور فوراً کار میں
روز چھپتی ہیں بھیانک سُرخیاں اخبار میں
دیکھیے اک خودکشی کی داستاں تحریر ہے

ایک یہ بھی انقلابِ وقت کی تصویر ہے
زندگی کرتی ہے جرموں کی تجارت آج کل
چینتی ہے رہگذاروں پر شرافت آج کل
علم کے ماتھے پہ ہے داغِ جہالت آج کل
آج بے نام و نشان اسلاف کی توقیر ہے

ایک یہ بھی انقلابِ وقت کی تصویر ہے

ایک پیکر

بکھرے ہوئے ہیں کالے گیسو
دل پر ڈسنے والے گیسو

گوری گوری کوئل بائیں
شام و سحر کی جلوہ گاہیں

پلکوں پر گجلے کے ڈورے
رنگِ حنائی پورے پورے

ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم
آنکھوں میں اعجازِ تکلم !

ماتھے چندا ٹھوڑی تارہ
چاکِ گریباں ذوقِ نظارہ

کانوں میں چاندی کے بالے
مدھ متوالے جو بن پیالے

تاریک صدف

جھولیوں میں کونکے پتھر کے اور مٹی کے روڈ
گاہے گاہے زندگی کے بے محل نشے کا توڑ

ٹوٹے پھوٹے آنسوؤں میں حُسنِ فطرت کی جھلک
ہے غبارِ راہ سے ان کی جبینوں پر مہک !

اُجڑے اُجڑے سے گریباں ویراں ویراں سے جمال
کونکے سے لکھ دیئے کس نے ریاضی کے سوال

گیسوؤں میں گردشِ ایام کی سی اُبھنیں !
سانولے چہروں میں صبح و شام کی سی اُبھنیں

اپنے لٹکے آنچلوں سے بے خبر دھن میں رواں
ہوٹلوں کی بھٹیاں یہ چائے خانوں کا دُھواں

شام کے ڈھلکے ہوئے سائے مری جاگیر ہیں
چند آنسو چند تارے حاصلِ تقدیر ہیں

ناگن سی چوٹی لہرائے
لہجے لہجے بس پھیلائے

آمرت جل پرنوں کی دھونی
بسی پلکیں ناک سلونی

زاہد کا ایمان سلامت
حاکم کا فرمان سلامت

میں غزالِ صید بھی ہوں، ترکشِ صیاد بھی
 میں کہ شبنم کا جنم ہوں اور شعلہ زاد بھی
 میں کبھی شامِ خزاں ہوں اور کبھی صبحِ بہار
 ہنس کے کھا لیتا ہوں میں اکثر فریبِ روزگار
 میری دنیا میں اُجالے، ظلمتوں کے پیشوا
 موجِ طوفاں میری کشتی کے لیے ہے ناخدا
 میں صدف کی آرزو ہوں میں بگولے کا وجود
 میزی خاکستر سے روشن ہیں مقاماتِ شہود
 پارسائی، زہد و تقویٰ سے مجھے نسبت نہیں
 لغزشوں کو جانچ لوں اتنی مجھے فرصت نہیں
 عشق کے دہکے الاؤ کی گلابی آنچ ہوں
 پُچھ گیا روحِ الم کے پاؤں میں وہ کانچ ہوں

گھومتی رہتی ہیں دن بھر کوچہ و بازار میں
 ایک حصّہ یہ بھی ہیں دنیا کے کاروبار میں

ان کے گرد و پیش لاکھوں داستانوں کا ہجوم
 ان کے پتھر بن سکیں گے کیا کبھی ماہ و نجوم؟

ان کے دامن میں کوئی موتی نہیں تارا نہیں
ان کی قسمت میں شبستانوں کا نظارہ نہیں

شہر سے کچھ دُوران کے جھونپڑے آباد ہیں
یہ لبِ ہستی پہ اک ہستی ہوئی فریاد ہیں
کانچ کی چوڑی سے ارزاں انکی عصمت کانگلیں
ان کے مذہب میں جہنم کا کوئی خطرہ نہیں

چل بصیرت کی عبا میں ایک تکتہ اور ٹانگ
کارخانوں اور مِلوں کے بند دروازوں میں جھانک
چند سکّوں کے لیے ہے بنتِ صحرا کا وقار
ان کے پہلو میں تصوّر اور خیالوں کے مزار
چار پیسے کی کھنک ان کے لیے پائل کاراگ
چھپ کے ٹھنڈی راکھ میں سوئے ہوئے ہیں انکے بھاگ
ملگے ملبوس ان کے بے نیاز رنگ و بو
کونکوں کا ڈھیر ہے ان کی جوانی کا غرور
اک شرارہ پھینک دو سارا الاؤ جل اُٹھے
اک ذرا گرمی سے آنکھیں ہی ملاؤ جل اُٹھے
شام کے ڈھلتے ہوئے سائے جدھر جاتے ہیں دوست
ان کی تقدیروں کے مالک اس طرف آتے ہیں دوست

عید کا چاند

عید کا چاند ہے خوشیوں کا سوالی اے دوست
اور خوشی بھیک میں مانگے سے کہاں ملتی ہیں
دستِ سائل میں اگر کاسہ غم چنچ اٹھے
تب کہیں جا کے ستاروں سے گراں ملتی ہیں
عید کے چاند ! مجھے محرمِ عشرت نہ بنا
میری صورت کو تماشاۓ اَلَم رہنے دے
مجھ پہ حیراں ہیں یہ اہلِ کرم رہنے دو
دہر میں مجھ کو شناسائے اَلَم رہنے دو
یہ مسرت کی فضا میں تو چلی جاتی ہیں!
کل وہی رنج کے آلام کے دھارے ہوں گے
چند لمحوں کے لیے آج گلے سے لگ جا
اتنے دن ٹونے بھی ظلمت میں گزارے ہوں گے

شاعر

وقت کے تیروں سے چھلنی ہیں مرے قلب و جگر
 فکرِ فردا میں گزرتے ہیں مرے شام و سحر
 حادثے کرتے ہیں پرش میرے حالِ زار کی
 میں کہ پگڈنڈی ہوں جیسے وادیِ پُر خار کی
 صورتِ رنج و الم ہے غمِ گسارِ زندگی
 زندگی کو بھی نہیں ہے اعتبارِ زندگی
 ٹھوکریں کھاتا ہے میرے گھر میں آ کر ماہتاب
 درمیانِ عیش و عشرت میری ہستی ہے حجاب
 لوگ فرزانہ سمجھتے ہیں مگر مدہوش ہوں
 میں کلیمِ نور و نکبت ہوں مگر خاموش ہوں
 میں وہ سجدہ ہوں جسے آدم کا سر تکتا رہا
 میں وہ نالہ ہوں جسے سوزِ اثر تکتا رہا

مستِ نظرِ جوگی

اومستِ نظرِ جوگی

اومستِ نظرِ جوگی

کب ظلمتِ ہستی میں تقریبِ سحر ہوگی

اسرارِ بتا مجھ کو ہاتھوں کی لکیروں کا

تقدیر کے رانجھوں کا امید کی ہیروں کا

حالات کی نگری میں بدنامِ فقیروں کا

اومستِ نظرِ جوگی

کب اجڑی ہوئی بستی پھولوں کا نگر ہوگی

دے کوئی جواب آخر کچھ میرے سوالوں کا

تدبیر کے آشفہ مجروحِ غزالوں کا

بے چین اُمنگوں کا بے باک خیالوں کا

اومستِ نظرِ جوگی

ہم درد کے ماروں کی کیا یوں ہی بسر ہوگی

ہم جن کے لیے اپنی جنت کو مٹا بیٹھے

ہم جن کے لیے اپنی سطوت کو گنوا بیٹھے

ہم جن کے لیے اپنی عزت کو لٹا بیٹھے

اومستِ نظرِ جوگی

کیا اُن کو بھی یوں اپنے لٹنے کی خبر ہوگی

آفاتِ دالم گھر میں مہمان رہیں گے کیا؟

جاری یہ قیامت کے سامان رہیں گے کیا؟

پابندِ ستاروں کے انسان رہیں گے کیا؟

اومستِ نظرِ جوگی

وزروں کے تصرف میں کب شانِ قمر ہوگی؟

عورت

اگر بزمِ انساں میں عورت نہ ہوتی
 خیالوں کی رنگین جُست نہ ہوتی
 ستاروں کے دل کش فسانے نہ ہوتے
 بہاروں کی نازک حقیقت نہ ہوتی
 جبینوں پہ نورِ مُسرت نہ ہوتا
 نگاہوں میں شانِ مروت نہ ہوتی
 گھٹاؤں کی آمد کو ساون ترستے
 فضاؤں میں بھکی بغاوت نہ ہوتی
 فقیروں کو عرفانِ ہستی نہ ملتا
 عطا زاہدوں کو عبادت نہ ہوتی
 مسافر سدا منزلوں پر بھٹکتے
 سفینوں کو ساحل کی قربت نہ ہوتی
 ہر اک پھول کا رنگ پھیکا سا ہوتا
 نسیم بہاراں میں نکھت نہ ہوتی
 خدائی کا انصاف خاموش رہتا
 سنا ہے کسی کی شفاعت نہ ہوتی

رہے جو کشتِ تمنا نہالِ گدڑی میں
ہزار شوق سے ہیں مستِ حالِ گدڑی میں
مثالِ عام ہے ہوتے ہیں لالِ گدڑی میں
بنے گی غازہ رخسارِ منزلِ ایام
جی ہے گردِ رہِ ماہ و سالِ گدڑی میں
حقیقتوں نے نقابِ مجاز اُلٹے ہیں
مستوں نے دکھایا جمالِ گدڑی میں
اسے تغیرِ حالات دُس نہیں سکتے
رکھا حوادثِ غم کا خیالِ گدڑی میں
کسی نصیب کی اُجڑی ہوئی کہانی سے
غمِ حیات کا دیکھا مآلِ گدڑی میں

منزلِ کامگار تھا گجرات

اے فضل شاہ تیرے دوہوں میں داستانِ حیات ملتی ہے
حُسن کی دل گداز بانہوں میں عشق کی کائنات ملتی ہے

شہرِ گجرات برکنارِ چناب مغلیہ دور کی نشانی ہے
اسی وادی کے دم سے وابستہ حُسن اور عشق کی کہانی ہے

لوگ اسی وادیِ محبت کے علم و عرفاں کا تاج رکھتے ہیں
حُسن پرور سلوک تھے ان کے عاشقانہ مزاج رکھتے ہیں

زندگی سے رچے گلی گلوچے جن میں شرفائے وقت رہتے ہیں
کشتیوں کے جلو میں تنکے بھی موج ہستی کے ساتھ بہتے ہیں

مسجدوں کے بلند مینارے آسمانوں کی بات کرتے تھے
اہلِ دانش یہاں اشاروں میں دو جہانوں کی بات کرتے تھے

پکھرے پکھرے گیسوؤں والے ہر مسافر کو ٹوک دیتے تھے
نوجوان حادثاتِ دوراں کو زورِ بازو سے روک دیتے تھے

ماہِ پارے قیام کرتے ہیں
منزل کا مگار تھا گجرات
مغلیہ دور کے گلستاں کی
جگمگاتی بہار تھا گجرات

شہرِ گجرات کے حسین برتن
چین و ایران بھیجے جاتے تھے
دور و نزدیک کے دیاروں میں
دگل کے سامان بھیجے جاتے تھے

شہرِ گجرات کی حسین گلیاں
جن میں رقصِ بہار دیکھا ہے!
سادہ مٹی کے ایک برتن میں
ذوقِ پروردگار دیکھا ہے

ہلکے ہلکے صراحیوں کے بدن
جیسے پریاں ارم سے آئی ہیں
یا کوئی آیتیں تقدس کی
ادن لے کے حرام سے آئی ہیں

بیت

کبھی کبھی آنسوؤں نے چھپ کر کیا ہے کیفِ شراب پیدا
کبھی کبھی شامِ غم نے بخشی ہے زندگی کو عجیب مستی
آنکھ جب اشکبار ہوتی ہے
لالہ زاروں میں آگ لگتی ہے

چاند تاروں میں آگ لگتی ہے
ماہ پاروں میں آگ لگتی ہے

ہوش کو جام کی ضرورت ہے
عقل کو دام کی ضرورت

وہاں اب تک سنا ہے سونے والے چونک اُٹھتے ہیں
صدا دیتے ہوئے جن راستوں سے ہم گزر آئے

یہ مسندیں یہ مقابر یہ جھولیوں کا عروج
یہ ظلمتوں کا اثاثہ تمام بدلے گا

معرفت کے نقیب ہوتے ہیں
زندگی کے خطیب ہوتے ہیں

حادثے شوخ اداؤں کی طرح ملتے ہیں
بت بھی اب ہم کو خداؤں کی طرح ملتے ہیں

گیت اس عہد بے تکلف میں
بربط و جنگ و نے کوثر سے ہیں

ساغر کہاں مجال کہ آنکھیں ملائیں ہم
رُسوائیاں ہیں گھات میں مدت گزر گئی
ساقیا تیرے بادہ خانے میں
نام ساغر ہے مے کوتر سے ہیں
اس منزلِ حیات سے گزرے ہیں اس طرح
جیسے کوئی غبار کسی کارواں کے ساتھ
چند غزلوں کے روپ میں ساغر
پیش ہے زندگی کا شیرازہ
میکدہ ان کا ٹھکانا نہ حرم ہے ڈیرہ
بادہ کش اڑتی ہواؤں کی طرح ملتے ہیں

قطعات

کوئی تازہ اَلْم نہ دکھلائے
آنے والے خوشی سے ڈرتے ہیں
لوگ اب موت سے نہیں ڈرتے
لوگ اب زندگی سے ڈرتے ہیں

چشم کو اعتبار کی زحمت
دل کو صبر و شکیب دیتا ہے
آئینے میں نہ عکس ہستی دیکھ
آئینہ بھی فریب دیتا ہے

پھر اُمڈ آئے ہیں یادوں کے سہانے بادل
پھر دل زار میں اک شعلہٴ ارماں جاگا
میرے افکار کے بجھتے ہوئے ریزے چوٹے
میرے حرماں کا سلکتا ہوا عنوان جاگا

اے کہ تخلیق بحر و بر کے خُدا
مجھ پہ کتنا کرم کیا تُو نے
میری کٹیا کے دیپ کی خاطر
آندھیوں کو جنم دیا تُو نے

وقت و آرت کا صفحہ قرطاس
ہیر دنیا کا اجنبی قصہ
جھنگ سہتی کے مکر کی نگری
اور کید و خیال کا حصہ

منتظر ہوں کسی آوارہ گھٹا کی ڈولی !
میرے تپتے ہوئے آنگن میں اتر آئے گی !
اور گر جتے ہوئے چڑھتے ہوئے طوفانوں میں
صبحِ دوراں کی نئی راہ نظر آئے گی

دُکھ بھری داستانِ ماضی کی
حال کی بے رُخی کا قصہ ہوں
اے حقیقت کے ڈھونڈنے والے
میں تری جستجو کا حصہ ہوں

بہکے جھونکوں میں تری زلفِ پریشاں کا خمار
بجلیاں ! جیسے ترے کان کا بالا چمکے
دُور یادوں کے مہکے ہوئے جنگل میں کہیں
جیسے چھوٹا سا بہاروں کا شوالا چمکے

روپ کا نام زندگی ہی نہیں
حادثے بھی حسین دیکھے ہیں
دلِ بیدار کی نگاہوں سے
سنگ بھی مہ جبین دیکھے ہیں

اس درجہ درد افشاں غنچوں کی داستاں تھی
کائے سے چھ رہے ہیں احساس کے بدن میں
شاخوں پہ اُن کے ساغر گیسو مہک رہے ہیں
ترتیب پا رہی ہیں رنگینیاں چمن میں

میں نے لوح و قلم کی دنیا کو
جشن دار و صلیب سمجھا ہے
اے تنفس کے جانچنے والے
تجھ کو کتنا قریب سمجھا ہے

ایک بہکی ہوئی نظر تیری
رُخ نئی کونپلوں کے موڑ گئی
ایک بے نام درد کی ٹھوکر
چاندنی کے ظروف توڑ گئی

ساقیا ایک جام پینے سے
جنتیں لڑکھڑا کے ملتی ہیں
لالہ و گل کلام کرتے ہیں
رحمتیں مسکرا کے ملتی ہیں

نور و ظلمت کا احتساب نہ کر
وقت کا کاروبار سانجھا ہے
اس طلسمات کے جہاں میں حضور
کوئی کیدو ہے کوئی رانجھا ہے

اے ستاروں کے چاہنے والو
آنسوؤں کے چراغِ حاضر ہیں
رونقِ جشنِ رنگ و بو کے لیے
زخمِ حاضر ہیں داغِ حاضر ہیں

آہ! تیرے بغیر یہ مہتاب
ایک بے سُر کی لاش ہو جیسے
کسی دوزخ کے آتشیں پھل
آتشِ آمیز قاش ہو جیسے

پُھپ کے آئے گا کوئی حُسنِ تخیل کی طرح
آج کی رات چراغوں کو جلانا ہے منع
کھول دوزخ کے سہمے ہوئے دروازوں کو
آج جذبات پہ لہروں کا بٹھانا ہے منع

مجھ کو پھولوں سے شکایت ہے نہ کانٹوں سے گلہ
میں ترے جلوۂ زُخار کا دم بھرتا ہوں
میں نہیں شیخ و برہمن کی عقیدت کا مزار
بندگی اپنے خیالوں کی کیا کرتا ہوں

بیقراری میں بھی اکثر دردمندانِ جُٹوں
اے فریبِ آرزو تیرے سہارے سو گئے
جن کے دم سے بزمِ ساغر تھی حریفِ کہکشاں
اے شبِ ہجراں کہاں وہ مہ پارے سو گئے

سونے چاندی کی چمکتی ہوئی میزبانوں میں
میرے جذبات کی تسکین نہیں ہو سکتی
زندگی روزِ ازل سے ہے چھلکتا ہوا زہر
زندگی لائقِ تحسین نہیں ہو سکتی

قافلے منزلِ مہتاب کی جانب ہیں رواں
مری راہوں میں تری زلف کے بل آتے ہیں
میں وہ آوارہ تقدیر ہوں یزداں کی قسم
لوگ دیوانہ سمجھ کر مجھے سمجھاتے ہیں

ایک شبنم کے قطرے کی تقدیر کو
آزماتی رہی رات بھر چاندنی
صبح دیکھا شگوفے تھے ٹوٹے ہوئے
گل کھلاتی رہی رات بھر چاندنی

کیوں سہاگن بنی ہیں امیدیں
چاند ہی چاند رات کا دولہا
شش جہت کا سنگھار لازم ہے
آئے گا شش جہات کا دولہا

وقت کے ہاتھ میں لہراتا ہے ہم جھم کا رباب
دور تک ایک نیلا سا فسوں طاری ہے
اے مچلتے ہوئے لہوا ذرا ہشیار رہو
آج کی رات ستاروں پہ بہت بھاری ہے

جوگیوں کو پکارنے والی
جوگ تیرے لبوں کی لالی ہے
ابروؤں کی حسین چوکھٹ پر
عشق کا دیوتا سواہی ہے

زندگی اور شراب کی لذت
اک نرالا سرور دیتی ہے
ایک کرتی ہے کاروبارِ خدا
ایک ترغیبِ حور دیتی ہے

انقلابِ حیات کیا کہیے
آدمی ڈھل گئے مشینوں میں
میرے نغموں کا دل نہیں لگتا
ماہ پاروں میں مہ جبینوں میں
جاؤ اہلِ خرد کی محفل میں
کیا کرو گے جنوں نشینوں میں

ہر ماہ لٹ رہی ہے غریبوں کی آبرو
چڑھنے لگا ہلالِ قضا دام چڑھ گئے
اے وقت مجھ کو غیرتِ انساں کی بھیک دے
روٹی میں بک گئی ہے یردادام چڑھ گئے

ہے احتسابِ وقت کی لٹکی ہوئی صلیب
ہر روز جیسے روزِ جزا دام چڑھ گئے!
نقدِ خرد سرورِ تمنا کا مول ہے
ارماں کا رنگ زرد ہوا دام چڑھ گئے

جامِ عشرت کا ایک گھونٹ نہیں
تلخیِ آرزو کی مینا ہے
زندگی حادثوں کی دنیا میں
راہ بھولی ہوئی حسینہ ہے

چاندنی میں قرارِ دل نہ لگا
چاندنی رات بھر کا میلہ ہے
پھر ملیں گے اگر بہار آئی
زندگی رہ گزر کا میلہ ہے

لالہ و گل پہ راج ہے اپنا
ہم ستاروں کے ساتھ ٹلتے ہیں
پی کے اک جام دستِ ساقی سے
دو جہانوں کے راز کھلتے ہیں

آؤ بادہ کشوں کی بستی سے
کوئی انسان ڈھونڈ کر لائیں
میں فسانے کی تلاش کرتا ہوں
آپ عنوان ڈھونڈ کر لائیں

ہم فقیروں کی صورتوں پہ نہ جا
ہم کئی روپ دھار لیتے ہیں
زندگی کے اداس لمحوں کو
مسکرا کر گزار لیتے ہیں

دخترِ رز کو زہرہ قام نہ کہہ
کوئی ہمنام لڑ پڑے گا دوست
جام کو آئینہ کی سمت نہ رکھ
جام سے جام لڑ پڑے گا دوست

جانے والے ہماری محفل سے
چاند تاروں کو ساتھ لیتا جا
ہم خزاں سے نباہ کر لیں گے
تو بہاروں کو ساتھ لیتا جا

رہبروں کے ضمیر مجرم ہیں
ہر مسافر یہاں لٹیرا ہے
معبودوں کے چراغ گل کر دو
قلب انسان میں اندھیرا ہے

وحشت دل نے کانچ کے ٹکڑے
میری فردوس میں بکھیرے ہیں
قریہ ماہتاب کے جویا !
بستر خاک پر بسیرے ہیں

رُباعیاتِ باہو

ترجمہ: ساغرِ صدیقی

میرے من میں خوشبو جاگی
انگ انگ لہرائے ہو
جیوے مُرشد جس نے باہو
ایسے پھول کھلائے ہو

علم کا نام ہے اندھا گونگا
عالم ہے بازاری ہو
ایک فقیر ہے ایسا باہو
جس کی حق سے یاری ہو

عشق نے ایسے دیپ جلائے
جیسے رات کے تارے ہو
شہ رگ سے نزدیک ہے باہو
عشق کے کھیل نیارے ہو

قرب وصال نہ جسم نہ جاں ہے
عشق و محبت کافی ہو
صرف نظر کے سامنے باہو
اک وحدت سُبجانی ہو

آگ ہی آگ ہے اندر باہر
یہ مشہور تماشا ہو
جن کے دل وحدت سے خالی
ان سے عشق کا جھگڑا ہو

اندر باہر کچھ نہیں ملتا
مَن میں ہو کا ڈیرا ہو
جہاں محبت کرے اُجالا
بھاگے دور اندھیرا ہو

ہے اقرار فنا سے باہو
اک پل نیند نہ آئے ہو
تجھ پہ قیامت ٹوٹے دنیا
جھوٹے اشک بہائے ہو

حاجتِ ناؤ نوش نہیں ہے
فقرا بھرا پیانہ ہو
زاہد و عابد دیکھا باہو
روٹی کا دیوانہ ہو

نشہ غم ضرور رہتا ہے
میری آنکھوں میں نور رہتا ہے
حسن والوں کو دیکھ کر ساغر
بن پیئے ہی سرور رہتا ہے

ہر قدم پہ رقص فرماتے چلو
زندگی کے ساز پر گاتے چلو
میں جلاتا ہوں چراغِ کارواں
ثم ذرا دامن کو لہراتے چلو

عجب ہے خم کے خم پی کے بھی فرزانے سے نکلے ہیں
ہجوم ہوش لیکن ہم توئے خانے سے نکلے ہیں
حکایاتِ غمِ دوراں روایاتِ غمِ جاناں
حقیقت ہے یہ ٹکڑے میرے افسانے سے نکلے ہیں

سُؤ سُؤ سے خیالوں کی بھیک مانگی ہے
کرن کرن سے اُجالوں کی بھیک مانگی ہے
نہ دے سکی یہ تہی ظرفِ سنگدل دُنیا
مری نظر نے سوالوں کی بھیک مانگی ہے

آدمیت کا نام لیتے ہو
ریگ زاروں میں ناؤ کھیتے ہو
پھول چن کر چمن کے دامن سے
سنگ ریزوں کے دام دیتے ہو

یوں تو آنے کو بہت لوگ یہاں آئیں گے
ہم خرابات نشیں یاد کہاں آئیں گے
لب تو سی لوں گا برے حرف تمنا کے حریف
اور وہ اشک جو بن بن کے زباں آئیں گے

رنگ کھوئے ہوئے ہیں شور نہ کر
پھول سوئے ہوئے ہیں شور نہ کر
وقت کے سحر کار گلشن میں
خار بوئے ہوئے ہیں شور نہ کر

گنگناتی ہوئی گھٹائیں ہیں
یا فقیروں کی التجاء میں ہیں
جام و مینا شراب پیانے
ہوش کی جاں فزا دوائیں ہیں

تشنگی تشنگی ارے توبہ
قطرے قطرے کو ہم ترستے ہیں
اے خداوند کوثر و تسنیم
تیرے بادل کہاں برستے ہیں

انوکھا پیار تھا اڑتا پیچھی کون بتائے دنیا کو
لوگ ابھی تک دل میں لیے یادوں کے بے سیرے پھرتے ہیں
تیری ایک لگن میں جانے کتنے دل والے نادان
مگری مگری گھوم رہے ہیں ڈیرے ڈیرے پھرتے ہیں

دل میں کسی کی یاد کا طوفان رہ گیا
میں نیم جان سوختہ سامان رہ گیا
آنکھوں میں اشک آگئے پھولوں کو دیکھ کر
گلشنِ مری امید کا ویران رہ گیا

لمیاں سوچاں، ڈونگھیاں سوچاں، بھڑیاں سوچاں، اُنھیاں سوچاں
سوچدار ہندا اے دل میرا ہر دم دن سوتیاں سوچاں
غم دے پھلیڈے رنج دے سائے فیروں مگروں لے نہ سکے
ساقی تیرے دردے اُتے ساغر دے نال بھنیاں سوچاں

جب وہ محو شباب ہوتے ہیں
آئینے بھی رُباب ہوتے ہیں
اُن تبسم فروش آنکھوں سے
سُکھے پتے گلاب ہوتے ہیں

عاشقی میں حُسن کا انداز رہنا چاہیے
سوز میں ہلکا سا رنگ ساز رہنا چاہیے
جانے کر پے کدے صدا کوئی حریم ناز سے
بزمِ والو گوش بر آواز رہنا چاہیے

دیوانہ بے خودی میں بڑی بات کہہ گیا
اک حشر کی گھڑی کو ملاقات کہہ گیا
پہلا طرب شناس بڑا سنگدل تھا دوست
چنچیں تھیں جن کو جھوم کے نغمات کیا گیا

جام رنگیں اچھال کر چلیے
چالِ مستی میں ڈھال کر چلیے
کچھ تغیر کی بیکراں شکنیں
رُوئے ہستی میں ڈال کر چلیے

نگاہوں سے نگاہیں مل گئی ہیں
بڑی آسان راہیں مل گئی ہیں
تمہارا شکریہ اے ہنسنے والو
مرے غم کو پناہیں مل گئی ہیں

ہزار مرحلہ شوق سے گزر آئی
ہو میں ڈوب کر ہر آرزو نکھر آئی
صدا مہکتی رہے اے نسیم صبح بہار
آج میرے خرابے میں تو کدھر آئی

شامِ فرقت کا ماجرا ہوں میں
ایک بجھتا ہوا دیا ہوں میں
میں کو انسان کی موت کہتے ہیں
اس قیامت کی ابتدا ہوں میں

پھول اک زخم بھی دے سکتا ہے
پھول سے وار بھی ہو سکتا ہے
ڈال دیں سایہ ابرو مگر آپ
جامِ تلوار بھی ہو سکتا ہے

ایسا بھی وقت آئے گا کون و مکاں تعظیم کریں گے
جو بھی کہیں گے دیوانے وہ اہلِ خرد تسلیم کریں گے
اب کے برس ہم گلشنِ والے اپنا حصہ پورا لیں گے
پھولوں کو تقسیم کریں گے کانٹوں کو تقسیم کریں گے

موج طُوفانِ بدوش رہتی ہے
گل کی آغوش میں شرارہ ہے
زندگی جس کو لوگ کہتے ہیں
چشمِ ساقی کا اک اشارہ ہے

مے کدہ دُور ہے اور شام ہوئی جاتی ہے
آنکھ بے نور ہے اور شام ہوئی جاتی ہے
گردشِ وقت کی بے نام تھکن سے ساقی
زندگی پُور ہے اور شام ہوئی جاتی ہے

نکھنوں کے چراغ لے جاؤ
جام و مینا ایاغ لے جاؤ
چشمِ ساقی ہے مہرباں ساغر
زندگی کا سراغ لے جاؤ

چاندنی شب کی دھول پی جاؤ
مے نہیں ہے تو پھول پی جاؤ
گھول کر مے کدے کے پانی میں
زندگی کے اصول پی جاؤ

زُلف نے بل کوئی کھایا تو بُرا مان گئے
چاند بدلی میں جو آیا تو بُرا مان گئے
اور تو سب کو پلاتے رہے مُست آنکھوں سے
ہاتھ ساغر نے بڑھایا تو بُرا مان گئے

دلِ محرم اسرار ہے پردہ نہ اٹھاؤ
اب درد ہی دیدار ہے پردہ نہ اٹھاؤ
ہر دست میں چمکی ہوئی وحشت کی لکیریں
ہر آنکھ گنہ گار ہے پردہ نہ اٹھاؤ

خطبات

ڈاکٹر زاہر نائیک

مترجم: پروفیسر محمد سلیم (ایم اے)

الرحمن پبلی کیشنز

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

بچوں کے لیے جدید، قدیم، حسین و بامعنی، مع انگلش سپیلنگ

اسلامی ناموں کا انسائیکلو پیڈیا

مؤلف و مرتب:

سرفراز احمد راہی

الریاض ناشران

فیروز سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون: 042-37361320



حکایات کا انسائیکلو پیڈیا

مصنفہ:
مقدس عدیل
عائشہ مہاوری

الریاض ناشران

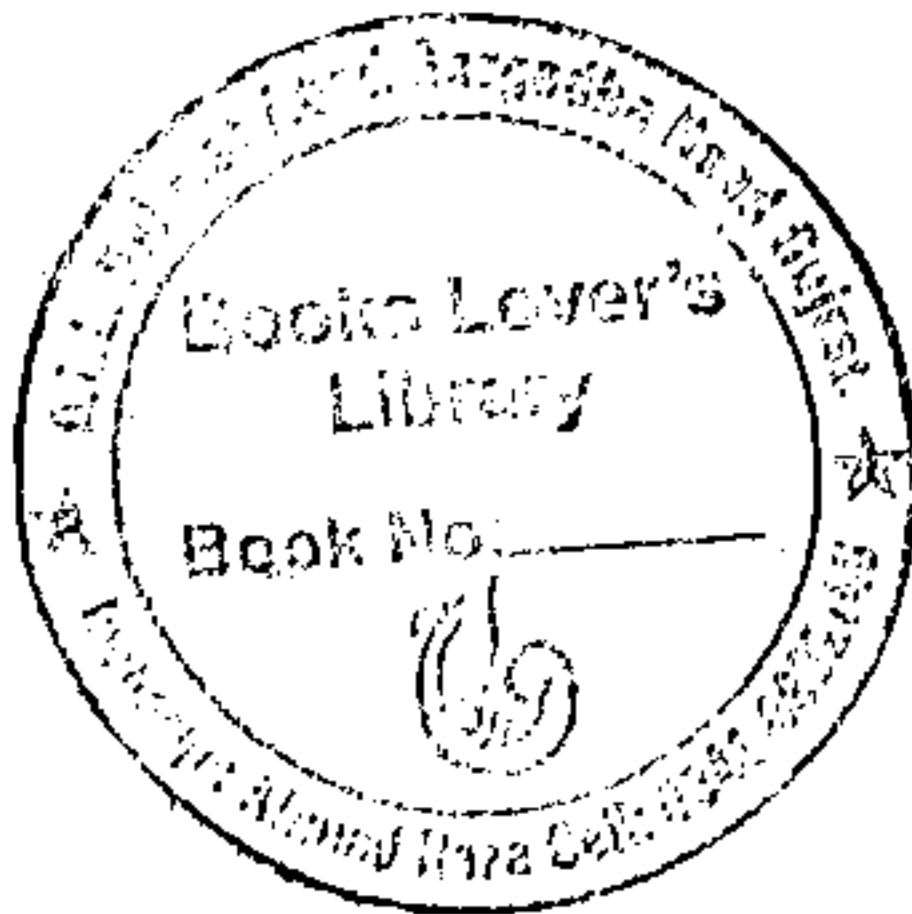
فیروز سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

فون: 042-37361320



کلیات ساغر صدیقی

ساغر صدیقی

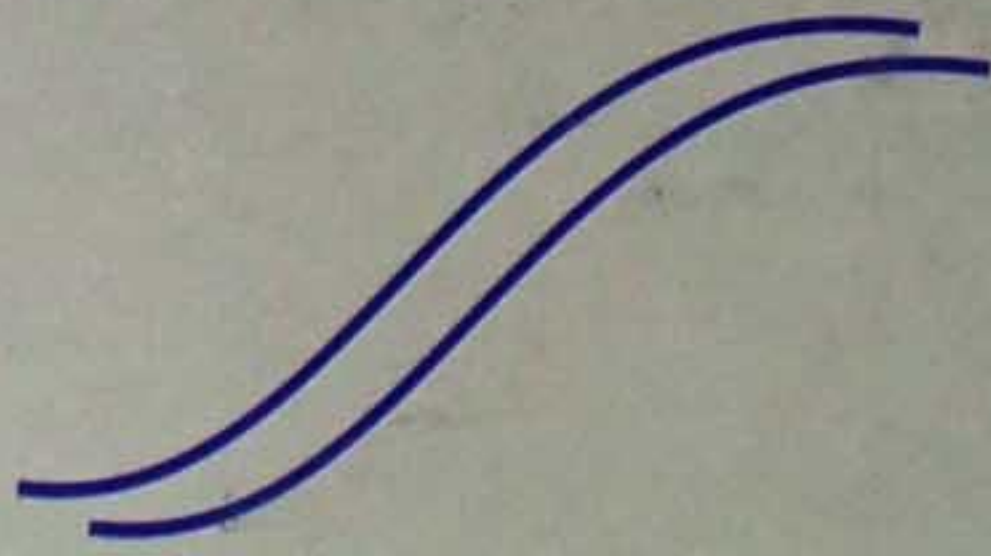


الریاض ناشران

فیروز سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

فون: 042-37361320





عُلیٰ

ساغر صدیقی



الریاض ناشران

فیروز سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

فون: 042-37361320

